پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

981

اتوار 10 شوال 1442ھ
مطابق 23 مئی 2021ء

بچوں کا اسلام

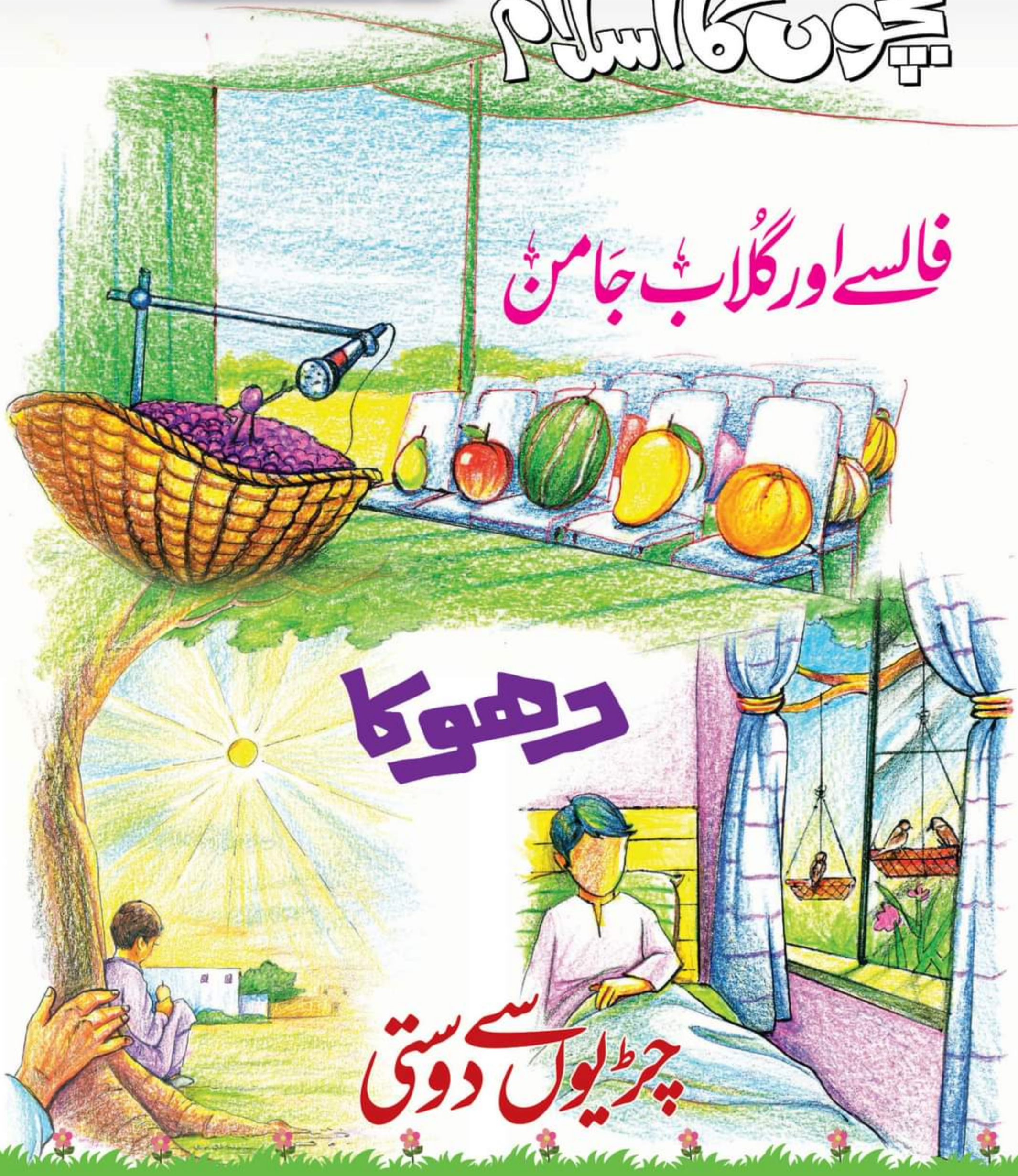

فالسے اور گلاب جامن

دھوکا

چڑیوں سے دوستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صرف کافر ناامید ہوتے ہیں

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا) میں اپنے غم واندوہ کا اظہار اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔ ﴿سورۂ یوسف﴾

ناامیدوں کو خوشخبری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''قیامت کے دن جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا، جب وہ آئیں گے تو میں اُن کا خطیب ہوں گا، جب وہ ناامید ہو جائیں گے تو میں انھیں خوشخبری سناؤں گا۔ اُس دن میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں اولادِ آدم میں سے سب زیادہ اللہ کے نزدیک عزت والا ہوں گا اور یہ بات میں فخر کی بنا پر نہیں کہہ رہا۔'' ﴿ترمذی﴾

دُنیا میں سب سے زیادہ

محمد بن قاسم چراغ

کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کون سی ہے؟

جی ہاں! دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب، اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب جو آپ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل کی، قرآن پاک ہے۔

اسلامک انٹرنیشنل سروے کے مطابق کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جو اِس قدر پڑھی گئی ہو یا پڑھی جاتی ہو، جتنا قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔

صرف رمضان المبارک کے 30 دنوں میں دنیا بھر کے سوا دو بلین مسلمان قرآن پاک کو ڈیڑھ بلین سے زائد مرتبہ پڑھتے ہیں، جب کہ ہر سال تین بلین سے زائد قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح دنیا کے تمام مذاہب میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے، لیکن مسلمانوں کے سوا کسی مذہب کے ماننے والے ایک ہی وقت میں اتنی بڑی تعداد میں ایک ماہ روزے نہیں رکھتی۔

اگر تہوار کی بات کی جائے تو بھی دنیا میں کوئی تہوار میٹھی عید کے آس پاس بھی نہیں، جو رمضان المبارک کے اختتام پر اجتماعی طور پر منائی جاتی ہے۔ اِس تہوار کے موقع پر 2.1 بلین مسلمان عید کی نماز پڑھتے ہیں۔

سب سے زیادہ قرآن پاک مسجد الحرام میں رمضان المبارک کے دوران میں پڑھا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد الحرام میں رمضان کے تیس دنوں میں چالیس لاکھ سے زائد مرتبہ قرآن پاک تلاوت کی جاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر مسجد نبوی ہے، جہاں رمضان المبارک میں قریب پندرہ لاکھ بار قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے۔

دنیا بھر میں سب سے زیادہ عبادت گاہیں مساجد ہیں۔ اُن کی کل تعداد اب تک گنی نہیں جا سکی مگر ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں سب سے زیادہ مساجد سعودی عرب میں ہیں، جن کی تعداد آٹھ لاکھ سے زائد ہے۔ ہر گلی کوچے بازار میں چھوٹی بڑی مساجد ہیں۔ تاریخی مساجد کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ سروے کے حوالے سے سعودی عرب کے بعد سب سے بڑا اسلامی ملک انڈونیشیا ہے، جہاں رجسٹرڈ مساجد کی تعداد آٹھ لاکھ ہے، پھر ہندوستان ہے، جہاں رجسٹرڈ مساجد کی تعداد تین لاکھ ہے اور چوتھے نمبر پر پاکستان ہے، جہاں رجسٹر مساجد کی تعداد 295000 کے قریب ہے۔

یورپ میں سب سے زیادہ مساجد برطانیہ میں ہیں، جہاں ایک محتاط اندازے کے مطابق تین ہزار سے زائد مساجد ہیں۔ جاپان میں دو، پولینڈ میں تین، روس میں 4، آسٹریا میں 205، رجرمنی میں تین ہزار، امریکہ میں سو مساجد ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی مساجد کی فہرست میں مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، مسجد الکبیر، الجزائر مسجد، قرطبہ جامعۃ الازہر مناما مسجد، بحرین مسجد، اتحاد انڈونیشیا اسلامی مرکز، ایشیا ایمانی مسجد چین جب کہ دسویں نمبر پر بادشاہی مسجد لاہور ہے۔

بنگلہ دیش کے شہر ڈھاکہ کو مساجد کا شہر قرار دیا جاتا ہے جہاں سات سو مساجد ہیں۔ دنیا میں سب سے چھوٹا اسلامی ملک مالدیپ ہے، جس کی آبادی تین لاکھ ہے۔ اِس وقت دنیا میں سب سے بڑی مسجد ابوظہبی میں تعمیر کی جا رہی ہے۔ پاکستان میں دس خوب صورت ترین مساجد میں فیصل مسجد، بادشاہی مسجد، شاہ جہاں مسجد ٹھٹھہ، مسجد طوبیٰ کراچی، مسجد مہابت خان پشاور، مسجد وزیر خان لاہور، عید گاہ مسجد ملتان، موتی مسجد لاہور قلعہ، سنہری مسجد لاہور شامل ہیں۔

دنیا میں اسلام کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں، جس کے ماننے والوں کی طرف سے صدقات وخیرات اتنا زیادہ کیا جاتا ہو جتنا اسلام کے ماننے والے کرتے ہیں۔ صرف ماہِ رمضان میں کروڑوں روزے داروں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

مسجد الحرام میں دنیا کی سب سے بڑی افطاری ہوتی ہے، جس کے دوران میں پندرہ لاکھ سے زائد مسلمان افطاری کے وقت بیک وقت روزہ کھولتے ہیں، اسی طرح مسجد نبوی دوسرے نمبر پر ہے، جہاں بیک وقت دس لاکھ سے زائد افراد روزہ کھولتے ہیں۔

☆☆☆

خط کتابت کا پتا دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: bkislam4u@gmail.com
انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 1000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 18000 روپے دو میگزین 20000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

مسلم فاتحین قدم بہ قدم 9

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

ابو حنظلہ سعدی

''آج تم اپنے بھائیوں کے خلاف نہیں بلکہ اِسلام کے غدّاروں کے خلاف لڑنے کے لیے جمع ہوئے ہو۔ ممکن ہے تمھارے مقابلے میں تمھارا اپنا خونی رشتے دار آ جائے، مگر تم رشتوں کے قیدی نہ بن جانا۔ بدر کے میدان میں بھی خون کے رشتے ایک دُوسرے کے خلاف لڑے تھے۔ سب سے بڑا رشتہ 'اِسلام' کا رِشتہ ہے۔ بدر میں ہمارے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم حق پر تھے، اِس لیے تین سو تیرہ نے ایک ہزار کے لشکر کو شکست دے دی تھی۔ تم بھی حق پر ہو، تمھارا بھی وہی مقصد ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ ہم نے بھی اِس دین اِسلام کو ہندوستان کے بت کدوں تک پہنچانا ہے، جس کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے خون کے رشتوں سے پہلی جنگ لڑی تھی۔ ہماری تعداد بہت کم ہے، لیکن یاد رکھو! مسلمان مال واَسباب یا کثرت کے بھروسے پر نہیں لڑتا، بلکہ مسلمان تو صرف اور صرف اپنے اللہ کے بھروسے پر لڑتا ہے۔''

شہزادہ محمود کے اَلفاظ نے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ اُس نے ایک بلند مقام سے اِسماعیل کی فوج کا جائزہ لیا، جو دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ لشکر کے آگے تین سو ہاتھیوں کا ایک دَستہ تھا، یہ ہاتھی راجا جے پال سے جنگ میں ہاتھ آئے تھے۔ اَمیر سبکتگین نے یہ ہاتھی غزنی بھجوادِیے تھے۔ وہ فوج جس کے ساتھ مل کر محمود نے راجا جے پال کو دو مرتبہ شکست دی تھی، وہی آج اُس کے خلاف کھڑی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ فوج اور اُس کے سالار اُس کی چالوں سے بہ خوبی واقف ہیں، لیکن اُسے ایک اطمینان تھا کہ یہ فوج جذبۂ جہاد کی بجائے تنخواہ میں اضافے کے لالچ میں لڑ رہی تھی۔

شہزادہ محمود نے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر لیا۔ دو حصوں کو اُس نے پہلوؤں پر پھیلا دیا جب کہ تیسرا حصہ اپنے پاس رکھا۔ چوتھے حصے کو اُس نے دُشمن کے سامنے لڑنے کے لیے بھیج دیا۔ اُس کے پاس فوج بہت محدود تعداد میں تھی۔ اُس نے اپنے سالاروں کو حکم دیا کہ وہ ہلکی پھلکی جھڑپوں کے بعد اِدھر اُدھر بکھر جائیں اور دُشمن کی فوج کو پھیلنے پر مجبور کریں۔

یہ پہاڑی علاقہ تھا، شہزادہ محمود نے اپنے سالاروں کو یہ چال سمجھائی کہ وہ دُشمن کو اس طرح بکھیر دیں کہ وہ چٹانوں کے بیچ پھنس جائیں، اور کوشش کریں کہ جنگ زیادہ سے زیادہ لمبی ہو۔ جنگ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ شہزادہ محمود نے حملہ کرنے میں پہل نہ کی، وہ آخری وقت تک اِسی کوشش میں رہا کہ یہ لڑائی کسی طرح ٹل جائے اور مسلمان آپس کے خون خرابے سے بچ جائیں... لیکن اِسماعیل کو غرور تھا کہ وہ طاقت میں اپنے بھائی سے کہیں بڑھ کر ہے، چناں چہ اُس نے اپنی فوج کو شہزادہ محمود کے لشکر پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ایسے میں شہزادہ محمود نے نہایت ذہانت سے کام لیا اور تیر اندازوں کو حکم دے دیا کہ وہ ہاتھیوں پر تیر برسائیں۔

اِسماعیل کو اپنے ہاتھیوں پر بڑا غرور تھا، لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ ہاتھیوں میں دہشت اور طاقت کے ساتھ کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں۔ جیسے ہی ہاتھی تیروں کی زد میں آئے، وہ زخمی ہوتے ہی چنگھاڑتے ہوئے واپس اپنی ہی فوج کی طرف دوڑ پڑے۔ ہاتھیوں کی چنگھاڑ اور اُن کے قدموں کی دَھمک سے گھوڑے بدکنے لگے۔ زخمی ہاتھیوں نے فوج کا بڑا حصہ روند ڈالا تھا، لیکن تعداد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے اِسماعیل کی فوج کا حوصلہ مضبوط رہا۔

دونوں طرف نعرۂ تکبیر کی صدائیں تھیں، ایک جیسے پرچم اَطراف میں لہرا رہے تھے۔ شہزادہ محمود کی ہدایت کے مطابق اُس کے دَستے بکھر کر لڑ رہے تھے، لیکن اُس کی یہ چال ناکام ہوتی نظر آ رہی تھی۔ چوں کہ دُشمن پھیلنے کی بجائے جم کر لڑ رہا تھا، اس لیے مجبوراً شہزادہ محمود کی فوج کو بھی جم کر لڑنا پڑ رہا تھا۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا، شہزادے محمود کی شکست یقینی نظر آ رہی تھی۔ اِسماعیل نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اُس کے بھائی محمود کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ شہزادہ محمود کے دونوں پہلوؤں کے دستے بُری طرح پسپا ہو چکے تھے، اُس نے اپنے پہلوؤں کو بچانے کے لیے محفوظ دستے کو دُشمن کے دونوں پہلوؤں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا، اور یہ ہدایت کی کہ حملے کے بعد دستے دائیں اور بائیں نکلنے کی کوشش کریں۔ اِس چال کا فائدہ یہ ہوا کہ اِسماعیل کی فوج پہلوؤں کی طرف پھیلنے لگی۔

شہزادہ محمود کا اِرادہ جنگ کو طول دینے کا تھا، لیکن جب اُس نے دیکھا کہ دُشمن کی فوج اُس کے منصوبے کے مطابق بکھر کر لڑ رہی ہے، تو اُس نے شام سے پہلے پہلے آخری معرکہ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ کسی خودکشی سے کم نہیں تھا، لیکن اُس کے پاس اِس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میدان ابھی تک دُشمن کے ہاتھ میں تھا۔ دُشمن کی فوج کے قلب میں اِسماعیل کا پرچم دکھائی دے رہا تھا۔ شہزادہ محمود نے اپنے تیر اندازوں کو میدانِ جنگ کے اردگرد چٹانوں پر بھیج دیا اور تمام فوج کو حملے کی تیاری کا حکم دے دیا۔

سورج غروب ہونے والا تھا۔ بلخ کا میدان غزنی کے سپاہیوں کی لاشوں سے اَٹا پڑا تھا۔ محمود نے اپنی اور باقی ماندہ تمام فوج کی جانوں کو داؤ پر لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُس نے اپنے تازہ دَم دَستے کو تیزی سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور اِس حملے کی قیادت خود کی۔ اِس دستے میں زیادہ تر سوار تھے۔ اِس حملے سے دُشمن چٹانوں کی طرف بکھر گئے، جہاں شہزادہ محمود کے تیر انداز اُن کا استقبال کرنے کے لیے پہلے سے تیار کھڑے تھے۔

دُشمن بری طرح گھِر گیا، شہزادہ محمود نے تابڑ توڑ چھاپا مار حملوں سے دُشمن کو ایسا اُلجھایا کہ وہ چکرا کر رہ گئے اور اُن میں فیصلے کی قوت ہی نہ رہی۔ سورج غروب ہونے سے پہلے میدان شہزادہ محمود کے ہاتھ میں تھا۔ اِسماعیل کے سپہ سالار پسپائی اِختیار کرنے لگے۔ اپنی فوج کو شکست کھاتا دیکھ کر اِسماعیل چھپ گیا۔

(باقی صفحہ 7 پر)

دھوکا

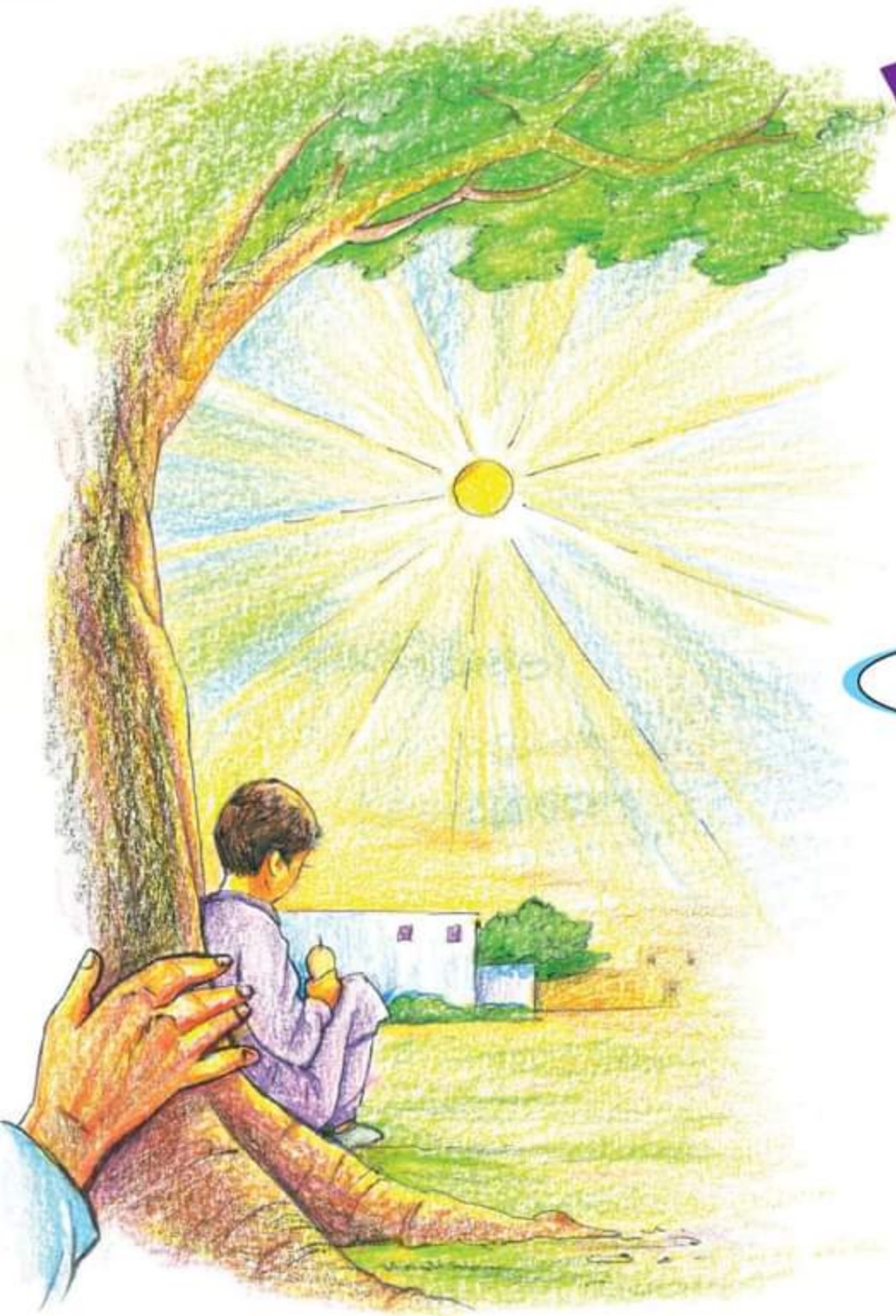

وردہ ندیم۔کراچی

''بابا! کیا واقعی یہ کہانیاں آپ نے لکھی ہیں؟.....اور یہ کتاب!.....ارے اِس پر تو آپ کا نام لکھا ہے.....آپ مصنف ہیں؟.....آپ نے کبھی بتایا ہی نہیں۔''

اسامہ کی حیرت اور خوشی میں ڈوبی آواز پر وہ ایک جھٹکے سے پلٹا۔

جس پیٹی کو وہ ہمیشہ چھپا کے رکھتا تھا، آج اس کا بیٹا نکالے بیٹھا تھا اور ایک ایک تحریر دیکھ رہا تھا۔ اُسے لگا، وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا۔

''آپ نے ہم سے کیوں چھپایا بابا؟''

''میں نے کچھ نہیں چھپایا۔ میں کوئی مصنف نہیں ہوں۔ میری اتنی اوقات ہی نہیں۔'' اُس کا لہجہ شکستہ تھا۔

اسامہ نے اس سے پہلے کبھی باپ کو اِس انداز سے بات کرتے نہیں سنا تھا۔

''بابا! آپ نے لکھنا کیوں چھوڑ دیا؟'' اسامہ کی سوئی اب تک وہیں اٹکی تھی۔

''تمھیں سنائی نہیں دیا، میں کوئی لکھاری نہیں۔ اب سو جاؤ صبح اسکول جانا ہے۔'' اُس نے سختی سے کہا۔

''کل تو اتوار ہے بابا! خیر میں سو جاتا ہوں، لیکن میں آپ کا بڑا بیٹا ہوں اور آپ نے مجھے دوست کی طرح رکھا ہے ہمیشہ، میں آپ سے اپنی سب باتیں بانٹتا ہوں۔ آپ بھی مجھے بتاتے تو مجھے اچھا لگتا، شب بخیر بابا!'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

وہ ہلتا ہوا پردہ دیکھتے رہ گئے۔

.....☆.....

''اسامہ.....!''

''جی بابا.....!'' وہ جاتے جاتے پلٹا۔

''صبح فجر کی نماز کے بعد ساتھ والے باغ چلیں گے۔''

اسامہ خوشی سے بابا کے گلے لگ گیا۔

وہ بابا کی بات کا مطلب جانتا تھا۔ وہ یقیناً کل اسے کچھ بتانے والے تھے۔

.....☆.....

جون کی تپتی دوپہر میں وہ بے تحاشا دوڑ رہا تھا۔

وہ بار بار پیچھے مڑ کے دیکھتا کہ کوئی اُس کے پیچھے تو نہیں۔ اُس نے کسی شے کو دونوں ہاتھوں میں چھپا رکھا تھا۔ شاید کوئی قیمتی چیز تھی۔ ایک درخت کے نیچے وہ تھک کے رک گیا۔ اُس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑی شے کو چمکتی آنکھوں سے دیکھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک ہرا پیلا رسیلا آم تھا۔ اب اُس نے مزے لے لے کر آم کو چوسنا شروع کر دیا۔ اچانک کسی بھاری ہاتھ کی گرفت اُسے اپنے کندھے پر محسوس ہوئی۔

اُس نے جوں ہی پیچھے مڑ کے دیکھا، اَدھ کھایا آم اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

وہاں پھل فروش اکبر کھڑا تھا۔ جس کی ریڑھی سے کچھ دیر قبل اُس نے آم چرایا تھا۔

''چوری کرتا ہے۔ افضل کا لڑکا ہے نہ تُو۔ خود تیرا باپ تو لوگوں کو نصیحت کرتا پھرتا ہے اور بیٹے کو یہ سکھایا ہے اُس نے؟''

اکبر نے حقارت سے کہا اور اسے گھسیٹتا ہوا آبادی کی طرف لے جانے لگا۔

وہ کچے پکے گھروں سے آباد نچلے طبقے کی ایک بستی تھی۔

''چاچا معاف کر دے۔ ابا کو نہ بتا، میں آئندہ نہیں کروں گا۔''

وہ گڑگڑا رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

لیکن اکبر اُسے اسی طرح گھسیٹتے ہوئے گھر لے آیا تھا۔

اُس نے ایک کی چار لگا کر ابا کو بتایا تھا اور آواز کو اتنا ضرور رکھا تھا کہ آگے پیچھے کے چار پانچ گھروں تک ضرور پہنچ جائے۔

تماشا ختم ہوا تو تماشائی بھی گھروں کو گئے۔ اکبر بھی جا چکا تھا۔ وہ صحن میں ابا کے ساتھ تنہا کھڑا رہ گیا۔

وہ اُسے ڈانٹتے مارتے وہ سہ لیتا، مگر ابا تو بالکل خاموش تھے۔ اُن کی خاموشی اسے تکلیف دے رہی تھی۔

''میں نے ہمیشہ سے محنت مزدوری کی۔ چند روپے گھر لایا مگر یہ سکون رہا کہ حق

حلال کی کمائی ہے، مگر آج..... آج مجھے لگ رہا ہے کہ میری ساری کمائی لٹ گئی۔ میری تربیت بے کار چلی گئی۔"

جانے کتنی دیر بعد ابا کے جامد ہونٹوں نے قفل توڑا تھا۔

اُس نے ابا کی آنکھوں میں شاید پہلی بار آنسو دیکھے تھے۔ وہ تڑپ اٹھا۔

"ابا! میں وعدہ کرتا ہوں، چوری تو کیا ایسا کوئی کام کبھی نہیں کروں گا، جس سے آپ کی عزت خراب ہو۔" 11 سالہ احمد افضل اپنے باپ سے پکا وعدہ کر رہا تھا۔

اُسے نہیں معلوم تھا کہ کم عمری میں کیا جانے والا یہ وعدہ وہ باشعور ہو کے کس بری طرح کچلنے والا تھا۔

.....☆.....

احمد افضل اپنے فرزند اسامہ کے ساتھ باغ میں قدم رکھ رہا تھا۔ سورج ابھی مکمل طلوع نہیں ہوا تھا۔ چرند پرند اللہ سبحان و تعالیٰ کی حمد سے صبح کا استقبال کر رہے تھے۔ دونوں باپ بیٹا باغ میں موجود بنچ پر بیٹھ چکے تھے۔

"بابا کیا آپ مجھے بتائیں گے آپ نے لکھنا کیوں چھوڑ دیا؟"

بات کا آغاز اسامہ نے کیا تھا۔

"میں نے لکھنا نہیں چھوڑا بیٹا، بلکہ اب میں باوجود کوشش کے لکھ نہیں پاتا۔" اُن کے جواب نے اسامہ کو حیرت میں ڈال دیا، مگر ابھی ان کی بات ختم نہیں ہوئی تھی۔

"میں قلم اٹھاتا ہوں تو الفاظ مجھ سے روٹھ جاتے ہیں یا شاید وہ تو برسوں سے روٹھے ہوئے ہیں۔ میں حیرت کے سمندر میں ڈوبتا ہوں، خیالات کا تانا بانا بنتا ہوں، مگر..... مگر کاغذ تک کچھ نہیں لا پاتا۔ کبھی کچھ لکھ بھی لوں تو یوں لگتا ہے، کسی ادب سے نابلد انسان نے الٹا سیدھا قلم گھسیٹا ہے۔" وہ ایک ہارے ہوئے شخص کے انداز میں گویا تھے۔

"کیا وہ کہانیاں آپ کی لکھی ہوئی نہیں بابا؟" اسامہ کی آنکھوں میں شبہ تھا۔

"وہ رسائل کی کہانیاں ساری میری اپنی ہیں۔"

"تو پھر ہم سوچتے ہیں آپ کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ آپ میں صلاحیت بھی موجود ہے، پھر کیا وجہ ہے؟ شاید آپ کو ذہنی طور پر سکون کی ضرورت ہو۔ ماحول کا بھی تو اثر ہوتا ہے۔ کچھ ذمے داریوں کا بھی۔"

اسامہ اپنی عمر سے بڑھ کر سمجھداری کی بات کہہ رہا تھا۔

"وجہ مجھے معلوم ہے بیٹا! یہ تو میری اپنی غلطی بلکہ گناہ کی سزا ہے۔"

انھوں نے آہستہ سے کہا تھا۔

اسامہ کے چہرے پر الجھن کے آثار دیکھ کر وہ کہنے لگے: "میں تمھیں شروع سے بتاتا ہوں۔ ہم سندھ کے ایک چھوٹے سے شہر میں رہتے تھے۔ تمھارے دادا ایک مزدور آدمی تھے۔ ہمیشہ حلال کھلایا اور تربیت بھی اِسی نہج پر کی، مگر آہ۔"

بابا نے ایک سرد آہ بھری، پھر کہنا شروع کیا: "منصور الٰہی میرا پڑوسی میرا سب سے پکا دوست تھا۔ ہم ساتھ اسکول جاتے اور ساتھ کھیلتے۔ ہم اکثر ردی والے سے پرانے رسالے چند روپوں میں خرید لیتے۔ اسی سے مجھے لکھنے کا کا شوق ہوا۔ منصور کے حوصلے سے ہی میں نے اپنی لکھی کہانیاں پوسٹ کرنا شروع کیں۔ رسالے تو ہم تک دیر سے پہنچتے تھے، مگر مجھے مدیر کے جوابی خطوط کے ذریعے معلوم ہوا کہ میری کہانیاں چھپنے لگی

ہیں اور مجھے سراہا جانے لگا ہے۔ مدیر مجھے لکھتے رہنے کی تاکید کرتے۔ اُن دنوں میں خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کرتا۔ منصور میری خوشی میں خوش ہوتا۔

آخر ہم نے میٹرک پاس کرلیا۔ ابا نے اپنی ساری جمع پونجی مجھ پر لگا کر کراچی بھیج دیا تاکہ میں آگے پڑھ سکوں۔ منصور کراچی نہ آسکا۔ وہ آگے پڑھ بھی نہیں سکا۔ اُس کے ابو نے زبردستی اسے اپنے ساتھ دکان پر بیٹھا دیا۔ میری قسمت مجھ پر مہربان تھی۔ ادبی حلقے سے تعلق کی بنا پر پر اخبار کے دفتر میں میں مجھے پروف ریڈنگ کی پارٹ ٹائم جاب مل گئی۔ میں نے تعلیم مکمل کی، مختلف نوکریاں کرتا رہا، ڈگری میرے ہاتھ میں آئی تو اچھی نوکری جیسے میرے انتظار میں تھی۔ قسمت مجھ پر مہربان تھی۔'' بابا اداسی سے مسکرائے۔

اسامہ کا کا انگ انگ سامع بنا ہوا تھا۔ ساری آوازیں جیسے پس منظر میں چلی گئی تھیں، صرف بابا کی کی آواز کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔

''میں آخری بار اپنے آبائی شہر گیا تاکہ اماں ابا کو بھی ہمیشہ کے لیے کراچی لے آؤں۔ منصور ملا تو میرے گلے لگ کر رو پڑا۔ وہ بہت زیادہ حساس طبیعت کا تھا۔ جاتے وقت اُس نے مجھے خاکی رنگ کا پھولا ہوا لفافہ تھمایا۔

''یہ کیا ہے منصور۔؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

''تیرے ساتھ ساتھ مجھے بھی لکھنے کا شوق ہوگیا تھا، لیکن میں کہیں بھیجنے کی ہمت نہ کرسکا۔ یہ میری کچھ تحریریں ہیں، میں چاہتا ہوں، انھیں تم ایک نظر دیکھ لو اور کتابی شکل میں چھاپ سکو تو چھاپ دو۔'' اُس نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

''پگلے! یہ سب اتنا آسان نہیں ہوتا۔'' مجھے ہنسی آگئی۔

''احمد! میں نے بہت دل سے لکھا ہے یار۔ سمجھ لو میری محبت ہے یہ۔ ایک بار پڑھنا ضرور، مجھے امید ہے تم کوشش کروگے پھر۔'' منصور نے بہت امید سے کہا تھا۔

میں کراچی آگیا کبھی واپس نہ جانے کے لیے۔ مجھے منصور کی بات، اُس کا دیا مسودہ سب بھول گیا۔ پھر ایک دن الماری کی تفصیلی صفائی کے دوران میرے ہاتھ وہ لفافہ آگیا۔ میں یونہی پڑھنے بیٹھ گیا اور انگشت بدنداں رہ گیا۔ وہ ناول نہیں ایک شاہکار تھا۔ پلاٹ، کردار، کہانی کا بہاؤ سب بہت عمدہ تھا۔ یوں لگتا تھا کسی ماہر ادیب کا سب سے بہترین کارنامہ ہے۔ منصور مجھ سے بہت بڑا قلم کار نکلا تھا۔ میں نے منصور کے بارے میں پتا کیا۔ اُس کے ابا کے انتقال کے بعد بھائیوں میں بٹوارا ہوگیا۔ دُکان بک گئی۔ وہ نجانے کہاں کہاں دردر کی ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اور اُس وقت مجھ پر شیطان حاوی ہوگیا۔ میں نے، میں نے سب کچھ بھلا دیا۔ بچپن کی دوستی، اخلاق، تربیت، اپنے ابا سے کیا ہوا وعدہ سب کچھ بھلا دیا۔ یاد رہا تو صرف اتنا کہ اب میں بھی صاحبِ کتاب ہونے والا ہوں، میری بھی کتاب چھپے گی۔''

احمد افضل نے درد سے آنکھیں میچیں اور بہت سی نمی اپنے اندر اتار دی۔

اسامہ اپنے ہیرو جیسے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ آج یہ کون سا انکشاف ہو رہا تھا۔ بابا نے یہ کیسا اعتراف کرلیا تھا؟

''وہ کتاب چھپی اور اُس نے مجھے شہرت کے آسمان پر بٹھا دیا۔ میری پچھلی تمام تحریریں اِس ناول کے سامنے گھنا گئیں۔ میرے مداحوں کا انبار لگ گیا۔ میں بڑی شخصیت بن گیا۔ روز کوئی نیا تعریفی خط کوئی فون کال موصول ہوتی رہتی۔ مجھے عادت سی ہوگئی۔ ایک لمحے کے لیے صرف ایک لمحے کے لیے مجھے منصور کا خیال آیا تھا، میں ندامت کا شکار ہونے والا تھا کہ تم دنیا میں آگئے۔ سمجھو میری نعمتوں میں ایک بہت بڑی نعمت کا اضافہ ہوگیا۔ میں خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان سمجھنے لگا لگا۔ کتاب چھپے اب کافی وقت گزر چکا تھا۔ تعریفی خطوط اور مداحوں کی فون کال اب نہیں آتی تھیں۔ مدیروں کی جانب سے نئی تحریروں کے لیے زور دیا جانے لگا۔ میں گھر کی خوشیوں میں مگن ہوگیا تھا، لہٰذا بہت وقت سے کچھ نہ لکھا تھا۔ مدیران کے زور دینے پر میں نے پھر لکھنے کا سوچا۔ مجھے تعریفیں سمیٹنے کی عادت بھی تو پڑ گئی تھی۔

اُس دن میں پہلی بار گھنٹوں کورا کاغذ قلم تھامے بیٹھا رہا، مگر کچھ نہ لکھ سکا۔ میں بار بار کوشش کرتا، مگر الفاظ اب میری سرپرستی میں نہ رہے تھے۔ اب تو وہ میری دہلیز تک بھی نہ آتے تھے، جس دن میں نے تسلیم کیا کہ میں دوبارہ کبھی نہ لکھ سکوں گا، اُس دن میں گھٹنوں میں سر دے کر رویا۔ میرا فن تھا کہ انسانی احساسات کو صفحہ پر اتار دیتا تھا اور اب میں اپنے ہی احساسات کو کسی کو نہیں بتا سکتا تھا۔ ایک مصنف کے لیے اُس سے بڑا عذاب کیا ہوگا بیٹا کہ وہ دوبارہ نہ لکھ سکے۔'' بابا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔

اُسامہ کی آنکھوں کے گوشے بھی بھیگ چکے تھے۔ اُن کی خاموش ہونے پر وہ جیسے حال میں واپس آیا۔

''بابا آپ توبہ کرچکے ہیں۔ اللہ سے معافی مانگ چکے ہیں، لیکن معاملہ بندے کی حق تلفی کا ہے۔ آپ اللہ کے بندے سے معافی مانگ لیں، اللہ بھی معاف کردے گا۔''

اسامہ کے اصرار پر بابا نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا راز اُس سے بانٹا تھا۔ اب اُس کا فرض تھا کہ وہ انھیں تسلی دیتا، رائے دیتا۔

''کیا آپ نے منصور انکل سے معافی مانگی۔؟'' بابا کے خاموش رہنے پر وہ پھر بولا۔

''میں نے سوچا تھا، مگر ہمت نہ کرسکا۔''

''ہمت کریں بابا! ورنہ آپ کی بے سکونی شاید کبھی ختم نہ ہو۔ ہوسکتا ہے وہ آپ کو معاف کردیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کا کھویا ہوا فن لوٹا دے۔''

بابا نے نظر اٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ کشمکش میں لگتے تھے۔

.....☆.....

اگلے ماہ احمد افضل اور اسامہ اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ منصور الٰہی کا پتا انھیں کہیں سے مل گیا تھا۔

پچھلے پندرہ سالوں میں سات کتابوں کے مصنف، پاکستان کے مشہور روزنامہ کے مدیر منصور الٰہی نے اُن کا شاندار استقبال کیا تھا۔ وہ اپنے بچپن کے دوست کے جیسے ہمیشہ سے منتظر تھے۔ منصور الٰہی کے پاس بہت کچھ تھا انھیں بتانے کو۔ اپنی کامیابی کے سفر کی داستان سنانے کو۔ بقول اُن کے کے احمد افضل کے دھوکے نے اُن کی زندگی کو کو نیا موڑ دیا۔ انسان چھین لیتا ہے، مگر اللہ دوگنا نواز دیتا ہے۔ انھوں نے احمد افضل کو معاف کر دیا، بلکہ وہ تو شاید پہلے ہی معاف کیے بیٹھے تھے۔ وہ آج بھی اتنے ہی حساس تھے۔

احمد افضل اِس اخلاق کے پیکر کو کو نم آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

☆☆☆

بقیہ: سلطان محمود غزنوی

اِس موقع پر شہزادہ محمود نے اپنے فوج کے لیے حکم جاری کر دیا:

''غزنی کے کسی بھی فوجی کو قتل نہ کیا جائے، یہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ اگر کوئی ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دے تو اُسے زندہ پکڑا جائے، اور اگر وہ مقابلہ کرنے پر اُتر آئے تو زخمی کر کے پکڑا جائے۔''

اِس اعلان سے اِسماعیل کی فوج میں شہزادہ محمود کے لیے نرمی کے جذبات پیدا ہو گئے، اور فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ سورج غروب ہونے تک یہ خون ریز معرکہ ختم ہو چکا تھا، زخم خوردہ سپاہی کراہ رہے تھے اور زخمی ہاتھی چنگھاڑ رہے تھے۔

شہزادہ محمود کے حکم پر جلد ہی اِسماعیل کو بھی تلاش کر لیا گیا۔ وہ اپنے خیمے میں چھپا کانپ رہا تھا۔ سپاہیوں نے اُسے پکڑ کر شہزادہ محمود کے سامنے پیش کر دیا، تو اُس نے بھائی کی طرف دیکھ کر پوچھا:

''اگر تمھیں فتح ہو جاتی اور میں تمھارے سامنے یوں قیدی کی حیثیت سے پیش کیا جاتا، تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟''

اِسماعیل نے اپنا جھکا یا ہوا سر اُٹھایا اور شکست خوردہ لہجے میں بولا:

''میں آپ کو قید میں ڈال دیتا اور آزادی کے سوا دُنیا کی ہر سہولت زندان میں مہیا کر دیتا۔''

''میرا سلوک بھی تمھارے ساتھ اِس سے برا نہیں ہوگا، جو تم نے میرے لیے سوچا تھا۔'' شہزادہ محمود نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

اُس نے اِسماعیل کو 'جرجان' کے قلعے میں قید کرنے کا حکم دے دیا اور قلعے میں ہر قسم کی سہولیات فراہم کرنے کی ہدایت بھی کر دی۔ اِس کے بعد اِسماعیل نے اپنی زندگی کے باقی دِن قلعہ جرجان میں ہی گزار دیے، اور وہیں اُس کا انتقال ہوا۔

.....☆.....

''میں نے اِرادہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلطنت عطا کی تو میں سرزمینِ ہند میں اِسلام کا پرچم لہرانے اور وہاں مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔'' غزنی کا تخت سنبھالتے ہی محمود نے اپنے ایک قابل اعتماد وزیر سے کہا۔

''لیکن حضور... اِن دِنوں مملکت کے حالات زیادہ اچھے نہیں۔ اَمیر سبکتگین کے ڈر سے دَبے ہوئے تمام فتنے ایک بار پھر سر اُٹھانے لگے ہیں۔ سازشی یہ خیال کر رہے ہیں کہ جو صلاحیت اَمیر سبکتگین میں تھی، وہ اُس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی میں نہیں ہے... لیکن وہ اِس بات سے بے خبر ہیں کہ ربِّ ذوالجلال نے سلطان محمود کو بھی بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔''

''بے فکر رہو! میں ہر اُس بغاوت کو کچل دینے کی طاقت اور حوصلہ رکھتا ہوں، جو میری راہ میں رُکاوٹ بننے کی کوشش کرے گی۔''

سلطان نے جواب دیا تو درباری خاموش ہو گئے۔ (جاری ہے)

جدید قدرتی جڑی بوٹیاں کشتہ جات سے علاج بنا کسی سائیڈ ایفیکٹ | ہمارا طریقہ علاج پانچ ہزار سال سے رائج ہے | 124000 پیغمبر اسلام کی سنت ہے | قرآن اور حدیث سے ثابت ہے

دنیا میں کوئی ایسا مرض نہیں ہم نے جس کا علاج نہ پیدا کیا ہو (القرآن)

حکومت پاکستان سے منظور شدہ: رجسٹریشن نمبر 165773

ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ (گولڈ میڈلسٹ)

ورکشاپ لیکچرار، مختلف تعلیمی ادارے

حجامہ سیکھئے، بمع سرٹیفکیٹ

پریکٹیکل ماہر اساتذہ، 12 مضامین

- شوگر کتنی ہی کیوں نہ بڑھتی ہو ◆ انسولین ہی کیوں نہ لگتی ہو
- گنج پن، ہیئر فال سے نجات ◆ پرانے سے پرانے درد کا خاتمہ
- ہر طرح کی مردانہ و زنانہ کمزوریوں کا خاتمہ
- انگریزی ادویات اور اس کے سائیڈ ایفیکٹ سے چھٹکارا
- ہر طرح کے زنانہ، مردانہ پیچیدہ امراض سمیت بگڑے ہوئے امراض کے ماہر
- ہر قسم کے روحانی/نفسیاتی/دماغی امراض کا علاج اصل جڑی بوٹیوں سے
- تھائی رائیڈ مردانہ زنانہ ہارمون اور موٹاپے کا خاتمہ

تمام لاعلاج بگڑے ہوئے امراض کا تسلی بخش علاج کیا جاتا ہے فائدہ اُٹھانے والے مریضوں کی ویڈیو ہمارے یوٹیوب چینل ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ پر ضرور دیکھیں

شفاء یاب ہونے والے مریضوں اور نسخہ جات کی ویڈیوز دیکھنے کیلئے ہمارے Youtube چینل اور Facebook پیج کو لائک، شیئر اور سبسکرائب کیجئے۔

3 دن میں شوگر

بلڈ پریشر/کمزوری کنٹرول

قوت مدافعت بحال انشاءاللہ

حجامہ کا سامان دستیاب ہے

DR FAHEEM HERBALIST

کراچی * کوئٹہ * ملتان * دبئی * شارجہ * کویت * سعودی عرب * بحرین

YouTube | facebook | Dr. Fahim Herbalist

کسی بھی قسم کے فری مشورے اور چیک اپ کیلئے

0307-5444381, 0313-3313381

شازیہ نور

فالسے اور گُلاب جامن

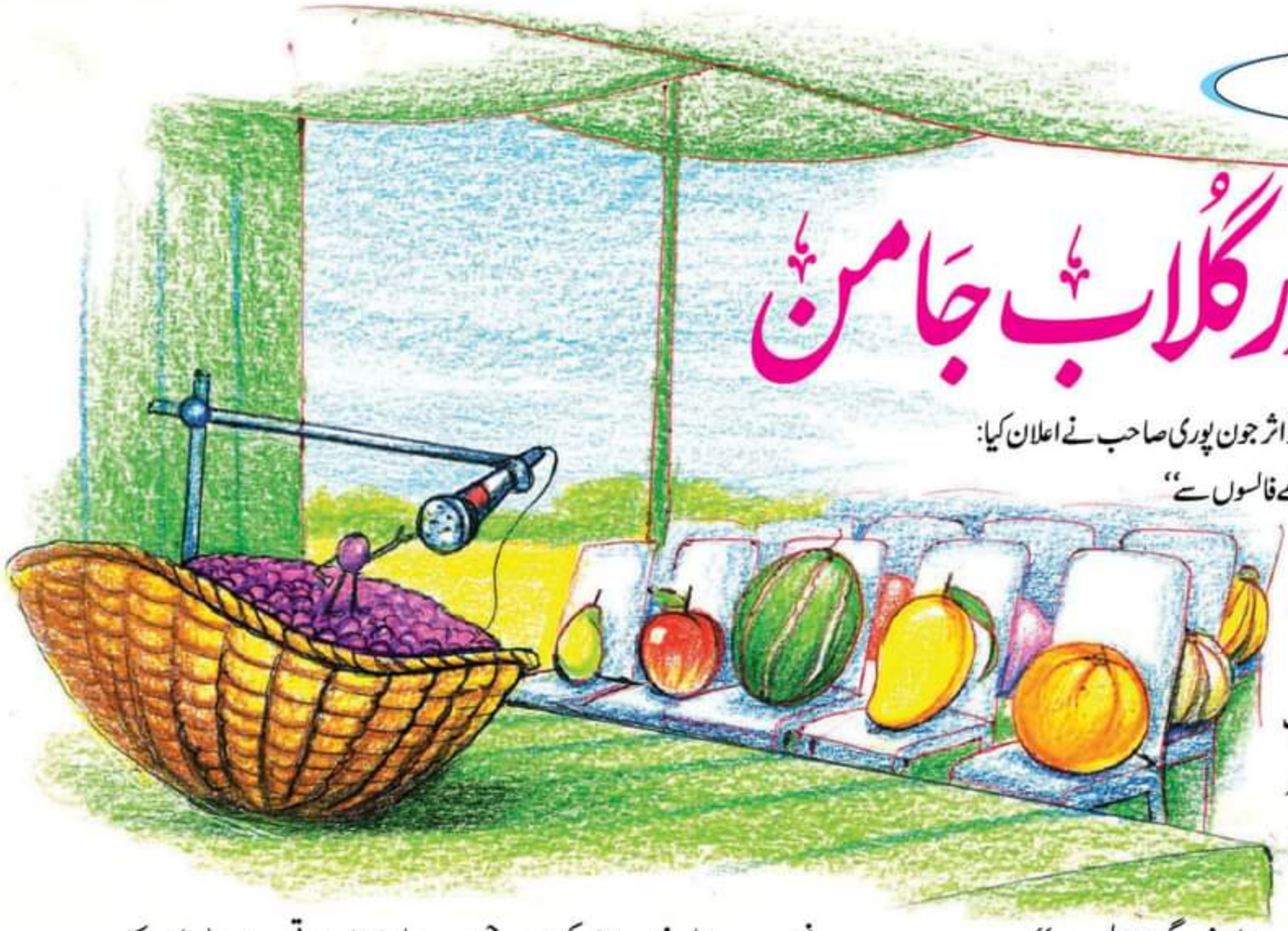

سبحان اللہ کی گونج ختم ہوئی تو اثر جون پوری صاحب نے اعلان کیا:

''اب ملیے ننھے منے کھٹے میٹھے فالسوں سے''

''نہ بھئی ہم تو فالسوں سے نہیں ملیں گے، ہمارے تو کپڑے خراب ہو جائیں گے۔''

پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب نے اپنے سفید سوٹ کی طرف نظر ڈال کر کہا۔

''ارے تو آپ سے گلے ملنے کو تھوڑا ہی کہا تھا، آپ فالسوں سے ملیے ضرور مگر فاصلے سے۔''

''واہ واہ..... کیا بات ہے فالسوں اور فاصلوں کی۔'' حافظ عبدالرزاق چہکے۔

''مگر میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ فالسوں سے فاصلہ نہ رکھا جائے، بلکہ یہ فصیل مٹا کر منہ کچھ کھٹا میٹھا کر لیا جائے۔'' آئی جی صاحب ہنستے ہوئے بولے۔

''یہ کیا فاصلوں، فالسوں، فیصلوں، فصیلوں کا سلسلہ شروع کر دیا آپ نے؟''

محمد فیصل شہزاد نے آنکھیں اچکا کر سوال کیا۔

''لیں فیصل صاحب! اِن ف، ف..... کی گردان میں آپ بھی کود پڑے۔''

ڈاکٹر اسامہ زاہد بولے۔

''ارے بھئی حدِ ادب! فالسوں کے ننھے منے ہونے کا فائدہ نہ اٹھایا جائے، بلکہ انھیں اپنے فوائد بتانے کا موقع دیا جائے۔''

اثر جون پوری صاحب نے فیصلہ سنایا۔

سب خاموشی سے فالسوں کو دیکھنے لگے، جو تقریر کرنے کے لیے پر تول رہے تھے۔

''السلام علیکم نظرین و حاضرین! میں خوش ذائقہ اور فرحت بخش پھل ہونے کی وجہ سے براعظم ایشیا کا مقبول ترین پھل ہوں۔ فالسہ ابتدا میں سبز پھر سرخ اور آخر میں سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔''

''واہ! آپ تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔''

محمد شاہد فاروق نے کہا۔

''گرگٹ تو اپنے فائدے کے لیے رنگ بدلتا ہے اور میں آپ کے فائدے کے لیے، کیوں کہ مجھے آپ کچا تو کھا نہیں سکتے، پکتے پکتے میرا رنگ گہرا اودا ہو جاتا ہے اور ذائقہ شیریں و ترش۔ فالسے سرد مزاج ہوتے ہیں۔ گرمیوں میں فالسہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ فالسہ خون صاف کرتا ہے، جس سے جلد شفاف ہوتی ہے اور جلد میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ فالسے کا شربت بلڈ پریشر اور سر درد میں فائدہ مند ہے۔ شدید گرمی میں فالسے کا شربت لُو لگنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ فالسے جگر کے امراض میں فائدہ مند ہیں اور یرقان کے مریضوں کے لیے بھی مفید ہیں۔ فالسہ معدہ، جگر اور دل کو طاقت دیتا ہے۔ یہ پیاس بجھاتا ہے پیشاب کی سوزش کو ختم کرتا ہے۔ گرمی کے بخار میں فالسے سے افاقہ ہوتا ہے۔ ذیابیطس کے مریض دل کھول کر فالسہ کھا سکتے ہیں، کیوں کہ اس میں مٹھاس بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ فالسے میں موجود آئرن خون کی کمی دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔ فالسے میں چوں کہ پروٹین پایا جاتا ہے، اِس لیے یہ جسم کو طاقت فراہم کرتا ہے۔ اُس سے مسلز مضبوط ہوتے ہیں۔

فالسے کا شربت پینے سے دمہ، نزلہ زکام اور نظامِ تنفس کے کئی مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ فالسہ اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور پھل ہے، اسی لیے اُس کا استعمال کینسر کے خطرے کو کم کرتا ہے۔ فالسے کا جوس نظامِ ہاضمہ کے لیے تو بہترین ہے ہی، اُس کے ساتھ ساتھ یہ جسم کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے اور جسم میں پانی کی کمی کو بھی دور کرتا ہے۔ اگر پیٹ میں درد ہو تو فالسے کے جوس میں تین گرام اجوائن ملائیں اور نیم گرم کر کے پی لیں۔ فالسے کے استعمال سے ہچکی اور قے کو روکا جا سکتا ہے۔ معدے اور سینے کی گرمی اور جلن کو دور کرنے میں فالسہ اکسیر ہے، البتہ کھٹا اور نیم پختہ فالسہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ذیابیطس کے لیے فالسے کے درخت کا چھلکا پانچ تولہ رات پانی میں بھگو دیں اور صبح مل کر چھان لیں اور مریض کو پلائیں۔ کم از کم پانچ دن ضرور پلائیں، اِس سے شوگر کنٹرول ہو جاتی ہے۔

پھوڑے پھنسیوں پر فالسے کے پتے رگڑ کر لگانے سے فوراً فائدہ ہوتا ہے۔ فالسے کے بیج قابض ہوتے ہیں، اِس لیے بیج نکال دینا بہتر ہے۔ فالسے کے درخت کی جڑ کی

چھال کا جوشاندہ بنا کر پینے سے جوڑوں کے درد میں فائدہ ہوتا ہے۔

فالسے کا شربت نہایت مزیدار ہوتا ہے۔گھر میں اگر فالسے رکھے ہوں اور کھائے نہ جا رہے ہوں تو انھیں صاف کر کے چٹنی بھی بنائی جاسکتی ہے۔یہ چٹنی بہت مزیدار اور ہاضم ہوتی ہے۔

''واہ بھئی واہ.....شربت بھی، چٹنی بھی اور بطور پھل بھی.....واہ ننھے منے فالسے! تمھارے اندر تو بہت سی خوبیاں ہیں۔'' کاوش صدیقی نے داد دی۔

''جی الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی بغیر حکمت کے پیدا نہیں کی۔''

ننھے منے فالسے نے بہت بڑی بات کہی اور الحمدللہ کی گونج میں بڑی متانت سے چلتے ہوئے اپنی نشست پر جا بیٹھے۔

''اب ہم بلائیں گے فالسے کے ہی رنگ میں رنگے ایک اور ننھے سے پھل کو۔''

اثر جون پوری صاحب نے مائیک سنبھال کر کہا۔

''صرف ننھا؟ کیا وہ منا نہیں ہے؟''

محمد فیصل شہزاد صاحب شرارت سے بولے۔

''جی وہ منا نہیں ہے، جیسے فالسہ ننھا منا دونوں خوبیوں کا حامل ہے، جب کہ یہ پھل فالسے سے بڑا اور موٹا تازہ ہے۔ چلیں آپ لوگوں کی بے چینی دور کیے دیتے ہیں، دعوتِ سخن ہے جامن صاحب کو۔''

اثر جون پوری صاحب نے مسکرا کر کہا۔

جامن صاحب مسکراتے ہوئے اٹھے اور اسٹیج کی طرف بڑھنے لگے کہ اتنے میں ایک کونے سے ایک باریک آواز آئی۔

''میں آپ کو گلاب پیش کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیوں بھئی اتنے سارے پھل آئے تقریر کرنے کے لیے، مگر کسی کو بھی آپ نے گلاب نہیں دیا تو جامن صاحب کو کیوں؟'' پروفیسر صاحب نے پوچھا۔

''اصل میں میرا گلاب جامن کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے۔''

اسامہ سرسری مسکرا کر بولے۔اُن کی مسکراہٹ میں چھپی شرارت سے سب محظوظ ہو رہے تھے۔

''واہ وا! گلاب جامن کا ذکر سن کر تو میرے من میں لڈو پھوٹنے لگے ہیں۔کہاں ہیں گلاب جامن؟'' آئی جی صاحب بولے۔

''یہ کیا آپ لوگوں نے گلاب جامن اور لڈوؤں کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ اِن مٹھائیوں نے ہی تو آپ لوگوں کو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے اور دیکھیں قدرت نے میرے اندر کیا خوبی رکھی ہے کہ میں مٹھائیوں کی کوتاہیوں کو اپنے وجود سے بنی دوائیوں سے دور کرتا ہوں۔''

جامن صاحب نے سب کو خاموش کرا دیا اور پھر باقاعدہ اپنی تقریر کا آغاز کیا۔

''میں گرمیوں کے موسم میں آنے والا پھل ہوں اور بہت ہی مفید پھل ہوں۔آپ جانتے ہیں کہ جامن ایک مزیدار پھل اور بہت کار آمد دوا ہے۔جامن ہی نہیں بلکہ جامن کی گٹھلیاں اور پتے بھی بہت ساری بیماریوں کا علاج ہیں۔لوگ جامن کی گٹھلیاں پھینک دیتے ہیں، حالاں کہ میری گٹھلیاں کئی امراض میں بے انتہا فائدہ پہنچاتی ہیں۔اِس لیے آپ لوگوں کو چاہیے کہ جامن کی گٹھلیاں دھو کر سکھا لیا کریں اور اُن کا سفوف بنا لیا کریں اور ضرورت پڑنے پر استعمال کیا کریں۔ جامن میں اہم غذائی اجزا جیسے کیلشیم، آئرن، میگنیشیم، فاسفورس، سوڈیم، وٹامن، تھیامن، فولک ایسڈ، فائبر، پروٹین وغیرہ اور پانی موجود ہوتے ہیں۔یہ سب اجزا صحت کے لیے بہت مفید ہیں، البتہ یاد رکھیں کہ ہر کام میں اعتدال کا دامن کبھی نہ چھوڑیں۔جامن معدہ، آنتوں کی جلن، خراش اور کمزوری دور کرنے والی بے مثل غذا ہے۔جامن بلڈ شوگر کی سطح کو اعتدال میں رکھنے میں مدد دیتا ہے۔اِس لیے ذیابیطس کے مریضوں کو تو روزانہ جامن کھانے چاہییں۔جامن بھوک بڑھاتا ہے، معدے کو طاقت دیتا ہے، کھانے کو ہضم کرتا ہے، جامن پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے۔ خون کی گرمی کو کم کرنے کی تاثیر رکھتا ہے اور نیا خون پیدا کرتا ہے۔کسی کی تلی بڑھ گئی ہو تو جامن کھانا مفید ثابت ہوتا ہے۔پیشاب کی زیادتی کو بھی کم کرتا ہے۔دانتوں کی صحت کے لیے بھی جامن مفید ہے۔کمر اور پیروں کے درد کے لیے جامن گٹھلی سمیت پیس کر کھانا چاہیے۔جامن کی چھال کا جوشاندہ اسہال اور پیچش میں مفید ہے اور اگر اس پانی سے غرارے کیے جائیں تو پھولے ہوئے مسوڑھے، گلے کی خرابی میں آرام آجاتا ہے۔آنکھوں سے پانی نکلتا ہو یا موتیا آرہا ہو تو جامن کی گٹھلی کا سفوف صبح و شام تین تین ماشہ سادہ پانی کے ساتھ استعمال کریں۔اگر رات کو برے خواب آتے ہوں تو یہی پاؤڈر صبح و شام کھائیں۔جامن کا جوس مدافعتی نظام کو فروغ دیتا ہے۔جو افراد خون کی کمی اینیمیا کا شکار ہوں وہ جامن ضرور کھائیں۔یہ پھل دل کے مریضوں کے لیے بھی اکسیر ہے۔جامن کے روزانہ استعمال سے ہائی بلڈ پریشر اور اسٹروک کے خطرے بچا جاسکتا ہے۔جامن گرم مزاج رکھنے والوں کے لیے بھی بہت فائدہ مند ہے۔''

''گرم مزاج والے متوجہ ہوں۔'' محمد شاہد فاروق صاحب نے گویا اعلان کیا اور جامن صاحب داد وصول کرتے اپنی نشست کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

سچ میں ہے!

منتہائے فراز سچ میں ہے
کامیابی کا راز سچ میں ہے

عقل والے ہیں نابلد اِس سے
عشق کا امتیاز سچ میں ہے

جس کا دنیا میں کوئی مول نہیں
ایسی دولت نماز، سچ میں ہے

جھوٹ اور معصیت ہے وجہِ مرگ
رازِ عمرِ دراز سچ میں ہے

کرگسیت سے جو کرے توبہ
بس وہی شاہباز سچ میں ہے

سارے حاجت روا فریبِ محض
ایک ہی کارساز سچ میں ہے

بخششِ عیب کے لیے دن رات
دستِ غیبی دراز سچ میں ہے

اثر جونپوری

آمنے سامنے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

✿ 'چناروں کا شہر' پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ 'ہمارا راج دلارا' حافظ صاحب کی طرزِ تحریر عمدگی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ شاندار تبصرہ تھا۔ آمنے سامنے میں سب کے خطوط اچھے لگے۔ محمد بلال یوسف کے خط کے جواب نے تجسس میں مبتلا کر دیا۔ چچا جان ہم اپنا تجسس ختم کرنا چاہتے ہیں کیا آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں؟ (جویریہ طاہری۔ فتح جنگ)

ج: ہمارا کی بورڈ مدد کر سکتا ہے، مگر وہ مان کے نہیں دے رہا۔

✿ مدیر چچا جان آج پہلی مرتبہ خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ پہلے بھی کئی مرتبہ خط لکھنے کی کوشش کی، لیکن ڈر لگتا تھا کہ پتا نہیں ٹنڈو آدم سے ہمارا خط آپ تک پہنچے گا کہ نہیں، لیکن جب شمارہ 965 میں بھائی محمد علقمہ بن یاسر کا خط لگا تو ہم نے بھی قلم اٹھا لیا، ویسے شمارہ 965 پورا ہی بہت اچھا لگا۔ (حافظ محمد عاصم انصاری۔ ٹنڈو آدم)

ج: کیوں بھئی جب پاکستان کے شمال میں موجود آخری گاؤں سے ہمیں خط پہنچ سکتا ہے تو ٹنڈو آدم تو کراچی سے محض ڈھائی گھنٹے کی مسافت پر ہے۔

✿ اعظم طارق کوہستانی کی کہانی 'بند گوبھی' جوں جوں پڑھتے گئے تجسس بڑھتا گیا۔ ایسی سنسنی خیز کہانی آپ کو سالنامے میں ضرور لگانی چاہیے تھی۔ آمنے سامنے خوب چمک رہا تھا۔ اپنا خط دیکھ کر دل خوشی سے بھر گیا۔ محمد عمر عثمان نے 'حقیقی پہلوان' کے ذریعے ہمیں اصل پہلوانی سکھا دی۔ 'قائداعظم ریزیڈینسی' معلوماتی تحریر تھی۔ آپ کی دستک پڑھ کر بے ساختہ دل سے دعا نکلی 'تم جیو ہزار برس'۔ 'ہمارا بیل' شگفتہ تحریر ہے۔ اثر جون پوری کی نظم 'دادا دادا ڈاڑھی رکھ لیں' ڈاڑھی مبارک کی شان میں لکھی گئی نصیحت آموز نظم تھی۔ خالہ صبیحہ عماد کی تحریر 'جبڑا نہ نکلوایئے' پر لطف اور پر اثر تھی۔ آپ کے سلسلے 'زبان و بیان سیریز' میں 'بظاہر ہم معنی الفاظ' کے متعلق پڑھ کر علم میں اضافہ ہوا۔ علی اکمل تصور صاحب کو بچوں کا اسلام میں خوش آمدید! اُن کی سرورق کہانی 'حکمت کا موتی' کسی قیمتی موتی سے کم نہ تھی۔ 'عجیب مسئلہ' حافظ جی کے قلم سے (اب حافظ صاحب کا نام بتا بھی دیں) تھی جس نے مسئلہ سلجھا دیا۔ اس بار آمنے سامنے میں خطوط بہت چھوٹے چھوٹے تھے مگر تھے بہت سارے۔ گنے تو ۲۷ تھے۔ (محمد سفیان اکرم گورمانی۔ ٹبی قیصرانی، تحصیل تونسہ شریف)

ج: اِس بار گنیے، کتنے خطوط ہیں؟

✿ شمارہ 970 ہاتھ میں ہے۔ آپ کی دستک پر ہاتھ اٹھا دیا ہے، اب تشکیل میں نام لکھنے والے کی ضرورت ہے۔ تمام کہانیاں اور سلسلے اچھے طریقے سے جا رہے ہیں۔ 'یادوں کے گلاب' اور 'سرمد' نے ابھی بھی ورطۂ حیرت میں ڈالا ہوا ہے۔ باقی تمام کہانیاں خوب صورت تھیں خاص طور پر 'حصار' اور 'وہ دن' وغیرہ۔ 'جغرافیہ' میں اچھی معلومات تھیں۔ تماضر ساجد صاحب کا 'صادق آباد' بہت پسند کیا۔ دانش صاحب تو ویسے بھی عارفین حیرت ہیں۔ (ڈاکٹر عبدالسلام صدیقی۔ لاہور)

ج: ڈاکٹر صاحب! نام لکھ لیا گیا ہے۔ حافظ صاحب سے بھی پہلے فرشتوں نے۔ آپ بس ارادے پر جمے رہیے گا۔

✿ بڑی مدت سے حضرت مولانا آصف محمود قاسمی صاحب جیل میں پابند سلاسل ہیں، لیکن آج تک یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ اس کی کیا وجوہ ہیں؟ میرا تعلق ڈیرہ اسماعیل خان سے ہے اور میں ایک چھوٹا سا دکان دار ہوں۔ علماء، تبلیغی جماعت اور ختم نبوت سے محبت میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ (مولوی اشفاق احمد۔ ڈیرہ اسماعیل خان)

ج: وجہ تو مولوی صاحب ہمیں بھی نہیں معلوم۔ بس اتنا یقین ہے کہ بے گناہ ہی ہوں گے۔ دعا کیا کیجیے۔

✿ ابھی ہم شمارہ پڑھنے ہی لگے تھے کہ بھائی نے کہا پہلے آمنے سامنے والا صفحہ دیکھو۔ میں نے جلدی جلدی سب ناموں پر نظر دوڑائی اور نام پڑھ کر خوشی سے چیخ اٹھے۔ وہ ہمارا کسی بھی رسالے میں پہلا خط تھا، آپ کی حوصلہ افزائی پر بہت شکریہ جزاک اللہ خیرا۔ خلاف توقع ابو نے بھی ہمارا خط پڑھا اور بہت خوش ہوئے کہنے لگے، اپنے گاؤں کا نام کیوں نہیں لکھا؟ میں نے کہا لکھا تو تھا شاید چھپنے سے رہ گیا ہے۔ میں نے امی جان کو آپ کا سلام کہا۔ وہ جائے نماز پر ہی بیٹھی تھیں۔ آپ کی دعا پر انھیں بہت خوشی ہوئی۔ ہم نے شکرانے کے نوافل بھی پڑھے۔ بھائی کہنے لگے کہ اس خوشی میں منہ میٹھا کراؤ۔ ہم نے جلیبیاں منگوائیں اور آپ کا حصہ محلے کے بچوں میں بانٹ دیا۔ (بنت انیس الرحمٰن۔ تحصیل حضرو اٹک)

ج: ہمارا حصہ بہت اچھی جگہ پہنچا دیا، بہت شکریہ! اللہ ربّ العزت امی جان کو عافیت کے ساتھ مکمل صحت عطا فرمائے، آمین!

✿ بچوں کا اسلام' کا شمارہ 969 سامنے ہے۔ آپ کی دستک نے ہمارے دل و دماغ کے دروازے پر دستک دی۔ 'ختمِ نبوت کہانی' نے بیک وقت ہنسنے اور ایمان کو جلا بخشنے کا کردار ادا کیا۔ اس طرح کی کہانیاں لگتی رہنی چاہییں۔ 'سرمد' بہت اچھا جا رہا ہے۔ ہر قسط ہی کسی سنسنی خیز موڑ پر ختم ہوتی ہے۔ 'یادوں کے گلاب' نے حضرت اشتیاق احمدؒ کی یاد تازہ کر دی۔ 'آمنے سامنے' میں ڈاکٹر اسامہ کی تجویز سے ہمیں بھی اتفاق ہے۔ 'حجا اور فقیر' میں ایک لطیفے کو کہانی کی شکل میں پیش کیا گیا۔ (ام عباد۔ فیصل آباد)

ج: ختم نبوت کہانی تو اب ہر دوسرے ہفتے میں شائع ہو رہی ہے۔ بس یہ سمجھیے کہ بہت اوپر سے حکم آیا ہے۔

✿ شمارہ 968 پر تبصرہ حاضر خدمت ہے۔ 'کھڑوس کھمبا' اللہ کا شکر صحیح ہو گیا۔ یہ کہانی واقعی سرورق کے لائق تھی کیوں کہ اس شمارے میں اِس سے بہتر کوئی کہانی نہیں تھی۔ کہانی کی بات ہو رہی ہے۔ ورنہ 'قصص النجوم' سے بہتر بھی کوئی سلسلہ ہو سکتا ہے۔ 'دھوبن چڑیا' کہانی لگا کر مدیر چاچا نے ثابت کر دیا کہ وہ جو کہتے ہیں، وہ کرتے بھی ہیں۔ (محمد احمد اسلم۔ کراچی)

ج: کیوں؟ سلسلہ قصص النجوم کیا کہانی نہیں ہے؟

✿ سب سے پہلے 'دستک' پڑھی جو ہمیشہ کی طرح بہترین تھی اس کے بعد 'آمنے سامنے' پڑھا۔ ہمیں وہ تمام خطوط پسند ہیں جن کے نیچے جواب ہو۔ 'حصار' کہانی جہاں ایک جھنجھوڑتی غم زدہ اور سبق آموز کہانی تھی وہاں پر 'بدلہ' کہانی نے ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ 'سرمد' ناول کی ہر قسط پہلے سے زیادہ تجسس بھری ہوتی ہے اور آنے والی قسط کا انتظار رہتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے 'یادوں کے گلاب' لکھ کر جناب اشتیاق احمدؒ کی یاد کو پھر سے تازہ کر دیا اور بتایا کہ آپ کو اپنے دوست سے کتنی محبت تھی۔ علی حیدر کی تحریر 'وہ دن' ایک مزاحیہ اور لطف اندوز کہانی تھی۔ بہن تماضر ساجد نے میرے شہر 'صادق آباد' کے بارے میں لکھ کر ہمارا سر فخر سے بلند کیا اور پڑھ کر بہت خوشی ہوئی لیکن بہن آپ بازار کے مشہور 'حنیف دہی بھلے' کے بارے میں ذکر کرنا تو بھول گئیں چلو خیر کوئی بات نہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ ہمارے چاچو جی ہزار صفحوں پر مشتمل شمارہ تیار کرنے کی کوشش کریں اور پیارے قارئین اپنے رسالے کی خاطر تھوڑی سی قربانی دے کر آج ہی سے پیسے جمع کرنا شروع کر دیں۔ (عمارہ بنت حافظ شوکت علی۔ صادق آباد)

ج: آپ کے مشورے پر ہم نے تو عمل شروع کر دیا ہے، آپ نے شروع کیا؟

✿ بالآخر آمنے سامنے میں ہم آ ہی گئے تو تمام شمارے زبردست جا رہے ہیں۔ آمنے سامنے میں ڈاکٹر اسامہ زاہد نے جو تجویز دی، ہم اُن کی بات سے پوری طرح متفق ہیں۔ کیوں قارئین؟ (بنت ڈاکٹر عبدالرحمٰن عابد۔ واہ بھچراں)

ج: ہم بھی آپ دونوں سے پوری طرح متفق ہیں۔

✿ مدیر چاچو میرا نام عمار ہے۔ میں اور میرا کزن حماد بہت شوق سے بچوں کا اسلام پڑھتے ہیں۔ میں 'دھوبن چڑیا'، 'نوراڈاکو' اور 'ان سے محبت' بہت اچھی کہانیاں تھی۔ آپ کو خط لکھنے کا مقصد آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا کہ آپ نے میری امی جان کا مضمون 'بچوں کا اسلام' میں شائع کر دیا۔ خاندان میں سے جس نے بھی پڑھا، مبارک باد دی اور مزید لکھنے کی فرمائش کی۔ (عمار افضل)

ج: تو پھر آپ کی امی جان خاندان والوں کی فرمائش کب پوری کر رہی ہیں؟

✿ 'بچوں کا اسلام' اور 'خواتین کا اسلام' سب سے پہلے ہم سب گھر والے پڑھتے ہیں،

پھر جب بہت سارے جمع ہوجاتے ہیں تو صدقہ جاریہ کی نیت سے محلے میں تقسیم کردیتے ہیں یا بچوں کے بستے میں رکھ دیتے ہیں کہ اسکول میں اپنے اساتذہ کو دے دینا کہ شوق پیدا ہوجائے۔
(ام انس، عمار۔ شاہدرہ، لاہور)

ج: ماشاءاللہ آپ بہت اچھا کرتی ہیں۔ جزاک اللہ خیراً!

❁ 'سرمد' زبردست جارہا ہے۔ 'ایبٹ آباد' پڑھ کر معلومات میں اضافہ کیا۔ چاچو حافظ صاحب نے سالنامے پر کیا ہی زبردست، مزیدار، چٹ پٹا تبصرہ کیا۔ اللہم زدفزد۔ آمنے سامنے میں اتنے خطوط، دس بھی نہیں پندرہ بھی نہیں پورے ۲۷ خطوط۔ ہم تو انگشت بدنداں رہ گئے۔
(محمد عثمان یاسین۔ وہاڑی)

ج: ایک بار پھر دانتوں میں انگلی دبانے کی تیاری کرلیجیے۔ آج کل ہم ۲۷ کا ریکارڈ بھی توڑنے کے درپے ہیں۔

❁ 'سرمد' بہترین چل رہا ہے۔ تمام کہانیاں بہترین تھیں۔ 'چناروں کا شہر ایبٹ آباد' سے شہر کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوئی۔ آمنے سامنے میں اپنے خط کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ (سیدہ فاطمہ بتول بنت سید لئیق احمد۔ کراچی)

ج: آپ کا انتظار تو ختم ہوا، اب ہمارا انتظار شروع کہ اگلا خط کب آتا ہے۔

❁ میں بچوں کا اسلام بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ اس میں دستک دل پر دستک دیتی ہے۔ 'سرمد' ناول بہت مزیدار ناول ہے۔ 'محمود غزنوی' بھی بہت اچھا رہا۔ چاچو جی یہ میرا پہلا خط ہے۔ شائع کرکے دعائیں لیں۔ زنیر نے آپ کو شکایت لگا لگا کر آخر ایک خط لکھوا ہی لیا اللہ حافظ زنیر کا بڑا بھائی۔ (محمد عزیر عمر)

ج: تو آپ بھی تو اسے ڈانٹتے تھے ناں۔ اب آپ دونوں ایک دوسرے سے اور بچوں کا اسلام سے پکی والی دوستی کرلیجیے۔

❁ مدیر چاچو! بوجھ پہیلی کی ایک چیز نہیں سمجھ آئی۔ سوال نمبر 2 میں تو دکاندار کا دو ہزار کا نقصان ہوا تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ صرف ہزار کا نقصان ہوا۔ مدیر چاچو! میں نے بھی انعام لینا ہے اتنے خطوط بھی شائع ہونے کی خوشی میں۔ (محمد زنیر عمر ثاقب)

ج: خط شائع ہونے کی خوشی میں تو دوسرے قارئین مٹھائی بانٹتے ہیں، آپ مدیر سے ہی انعام لینے کی سوچ رہے، واہ!۔ اچھا جہاں تک سوال کی بات ہے تو نقصان ایک ہزار کا ہی ہوا، بس وہی جعلی نوٹ کا نقصان۔ باقی سب گھماؤ پھیراؤ ہے۔

❁ میں 'بچوں کا اسلام' کا بچپن سے قاری ہوں لیکن یہ میرا پہلا خط ہے۔ مجھے بچوں کا اسلام بہت اچھا لگتا ہے کیوں کہ یہ معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ 'مسلم فاتحین' نے رسالے کی چمک دمک مزید بڑھا دی ہے۔ براہِ مہربانی میرا خط ضرور شائع کیجیے تاکہ میری حوصلہ افزائی ہو اور میں مزید لکھنے کے لیے قلم اٹھا سکوں۔ (محمد عدنان۔ شہر سلطان)

ج: تو اب اٹھا لیجیے جلدی سے قلم۔ خوش رہیے۔

❁ سب سے پہلے القرآن اور الحدیث کے ذریعے خوشی کا اظہار اور تین پسندیدہ کام کرنے کو ملے۔ چاچو آپ جو یہ دستک دیتے ہیں نا ہمیشہ دل کے دروازے کو دھڑا دھڑ پیٹ دیتی ہے۔ 'سرمد' خوب چل رہا ہے۔ (حمنہ شفیق۔ خان پور بگا شیر)

ج: ہماری معصوم سی دستک پر دھڑا دھڑ پیٹنے کا بے بنیاد الزام لگایا جارہا ہے۔

❁ شمارہ 972 کا سرورق تیر اندازی اور گھڑ سواری جیسے اسلامی کھیلوں کی عکاسی کررہا تھا۔ لکھاریوں سے عرض ہے اِن کھیلوں پر بھی کہانیاں لکھیں، اس پر یک عدد خاص نمبر ہونا چاہیے۔ دستک سے معلوم ہوا کچھ قارئین ابھی بھی صفحات بڑھانے کی بات کرتے ہیں تو ان سے عرض ہے کہ سولہ صفحات کا رسالہ آسانی سے خریدا بھی جاسکتا ہے اور مکمل پڑھا بھی جاسکتا ہے جو دیگر رسالے زیادہ صفحات میں شائع ہوتے ہیں ذرا تحقیق کرکے بتائیں کہ انہیں مکمل پڑھنے والے قارئین ہیں کتنے؟ ساجدہ غلام محمد کی 'مسکا کا مسئلہ' طہارت اور پاکیزگی کا درس دیتی ایک بہت پیاری کہانی تھی۔ بچوں کو گلی ڈنڈہ کا کھیل سکھاتی اور بڑوں کو ان کا بچپن یاد دلاتی 'وہ ایک کھیل' بھی بہت اچھی تحریر تھی۔ عامرہ احسان کی 'کامیابی کا راز' بھی سبق آموز تھی۔ مدیر بھائی! ہمارے گھر کے پاس باغ لانگے خان لائبریری ہے۔ وہاں اردو اور انگریزی کے بھی اخبارات اور میگزین ہوتے ہیں مگر روزنامہ اسلام نہیں، اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ (محمد ذکوان ساجد۔ قدیر آباد، ملتان)

ج: اِن کھیلوں پر محترم حافظ عبدالرزاق کی کئی کہانیاں شائع ہوچکی ہیں۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ بہت جلد وہ اِن کہانیوں کو کتابی شکل میں لائیں گے۔ لائبریری کا مکمل پتا بھجوا دیجیے گا۔ کوشش کرتے ہیں کہ بھجوا دیا کریں۔

❁ یہ تحریر میرے دادا جان کے نام ہے۔ آپ اسے جس رسالے (بچوں کا اسلام، خواتین کا اسلام) میں چاہیں شائع کردیجیے گا۔ مجھے آپ کے وقت کی قدر ہے لیکن میں اپنے دادا جی کی حیات میں تحریر لکھ کر انھیں پڑھوانا چاہتی ہوں لیکن مجھے لکھنا نہیں آتا۔ اس لیے آپ سے مودبانہ گزارش کررہی ہوں کہ اسے نکھار سنوار کر شائع کردیجیے گا۔ آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ ماشاءاللہ دادا جان صدی سے سے اوپر ہیں۔ میرا مقصد اپنی واہ وا نہیں بلکہ دادا جان کے چہرے پر گزرے لمحات کی یادیں پڑھوا کر ان کے نورانی چہرے پر مسکراہٹ لانا ہے، لیکن خیر آپ کو پریشان کرکے نہیں، آپ کو جو بہتر لگے وہ کیجیے گا۔ (اہلیہ مجیب الرحمٰن)

ج: اللہ تعالیٰ دادا جان کو صحت وایمان کے ساتھ لمبی زندگی عطا کرے، آمین۔ آپ کی تحریریں قابل اشاعت ہیں۔ خاص طور پر دادا جان والی تحریر تو بہت اچھی ہے۔ ہزارویں نمبر میں شائع ہوگی ان شاءاللہ تعالیٰ۔ ۵ ستمبر تک انتظار کرلیجیے۔ اچھا ایک درخواست ہے کہ دادا جان سے ہمارے اور بچوں کے لیے ایمان وعافیت والی زندگی اور ایمان وعافیت والے خوشگوار انجام کی دعا کروا دیجیے گا۔

❁ کچھ باتیں پوچھنی ہیں: (۱) اگر کسی کتاب میں کوئی واقعہ یا کوئی بات اچھی لگے تو اس کے نقل کرنے کے لیے کن شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے؟ (۲) اگر کسی کتاب میں کوئی واقعہ کسی اور کتاب کے حوالے سے لکھا گیا ہو تو واقعہ نقل کرنے میں اصل کتاب کا حوالہ لکھنا چاہیے یا جس کتاب سے واقعہ نقل کیا جارہا ہے اُس کا حوالہ لکھا جائے؟ (۳) اگر کسی واقعے کو (چاہے حدیث کی کتاب کا واقعہ ہو یا کسی اور کتاب کا) کہانی کی صورت میں لکھا جائے تاکہ بچوں کی دلچسپی اس میں بڑھے تو اس میں کن شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ (محمد رئیس بن شمس القمر۔ میٹرول سائٹ، کراچی)

ج: (۱) مصنف اور کتاب کا حوالہ دینا ضروری ہے۔ (۲) جس کتاب سے واقعہ نقل کیا گیا ہے، اس کا حوالہ ہو تو بہتر ہے۔ (۳) کسی واقعے کو کہانی کا پیرہن پہنانے کے لیے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ کہانی لکھنے میں مہارت ہو۔ ورنہ کہانی اچھی نہ لکھی گئی تو بچوں میں دلچسپی بڑھنے کی بجائے کم ہوجائے گی۔ اِس سے بہتر ہے کہ سادے انداز میں واقعہ ہی نقل کیا جائے۔ آخری بات؛ وہ بہت مشہور ومعروف واقعات جو زبان زدعام ہیں، وہ قارئین نے کئی کئی بار پڑھے ہوتے ہیں۔ کوئی نئی بات ہو تو چھپنے کے امکانات ہوتے ہیں۔

❁ کہانی 'وہ دن' پڑھی تو ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔ 'حصار' کہانی پڑھی تو اندازہ ہوا کہ جو ہم اسکول یا مدرسہ کہیں بھی جائیں تو امی جی جو کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونکتی ہیں، وہ یقیناً گارڈ سے زیادہ کام کرتی ہے۔ (یحییٰ اصغر، خولہ اصغر، معاذ اصغر۔ تحصیل حضرو ضلع اٹک)

ج: جی ہاں! روزانہ گھر سے نکلتے ہوئے اہتمام سے اِس گارڈ کو ساتھ لے لیا کیجیے۔

❁ میں بچوں کا اسلام کا تین سال سے مستقل قاری ہوں۔ میں درجہ دہم کا طالب علم ہوں۔ جب میں آٹھ یا نو سال کا تھا تو ہمارے محلے کی مسجد میں، میں نے ایک کتاب 'سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' رکھی ہوئی دیکھی۔ میں نے وہ کتاب اٹھا کر اس کا مطالعہ شروع کردیا اور اس کا اتنا زیادہ مطالعہ کیا کہ واقعات مجھے ازبر ہوگئے۔ ایک بار مدرسے کی لائبریری کے ڈیسک پر ایک پتلی سی کتاب رکھی ہوئی دیکھی۔ کتاب کے سرورق پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا 'بچوں کا اسلام'۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا تو وہ مجھے بہت اچھا لگا۔ پھر میں نے یہ رسالہ مستقل طور پر خرید کر پڑھنا شروع کردیا۔ اب کوئی اور رسالہ اتنی دل چسپی سے پڑھا نہیں جاتا، جتنا یہ رسالہ شوق سے پڑھتا ہوں۔ (عبدالملک انڈھڑ۔ حیدرآباد)

ج: ماشاءاللہ!۔
شمارہ پڑھ کر جو ڈیسک پر رکھ دیتے ہیں، پڑوسیوں کے گھر بھجوا دیتے ہیں، کسی کلینک کی انتظار گاہ میں رکھ دیتے ہیں، ایسے سب ساتھیوں کے لیے ڈھیروں دعائیں۔

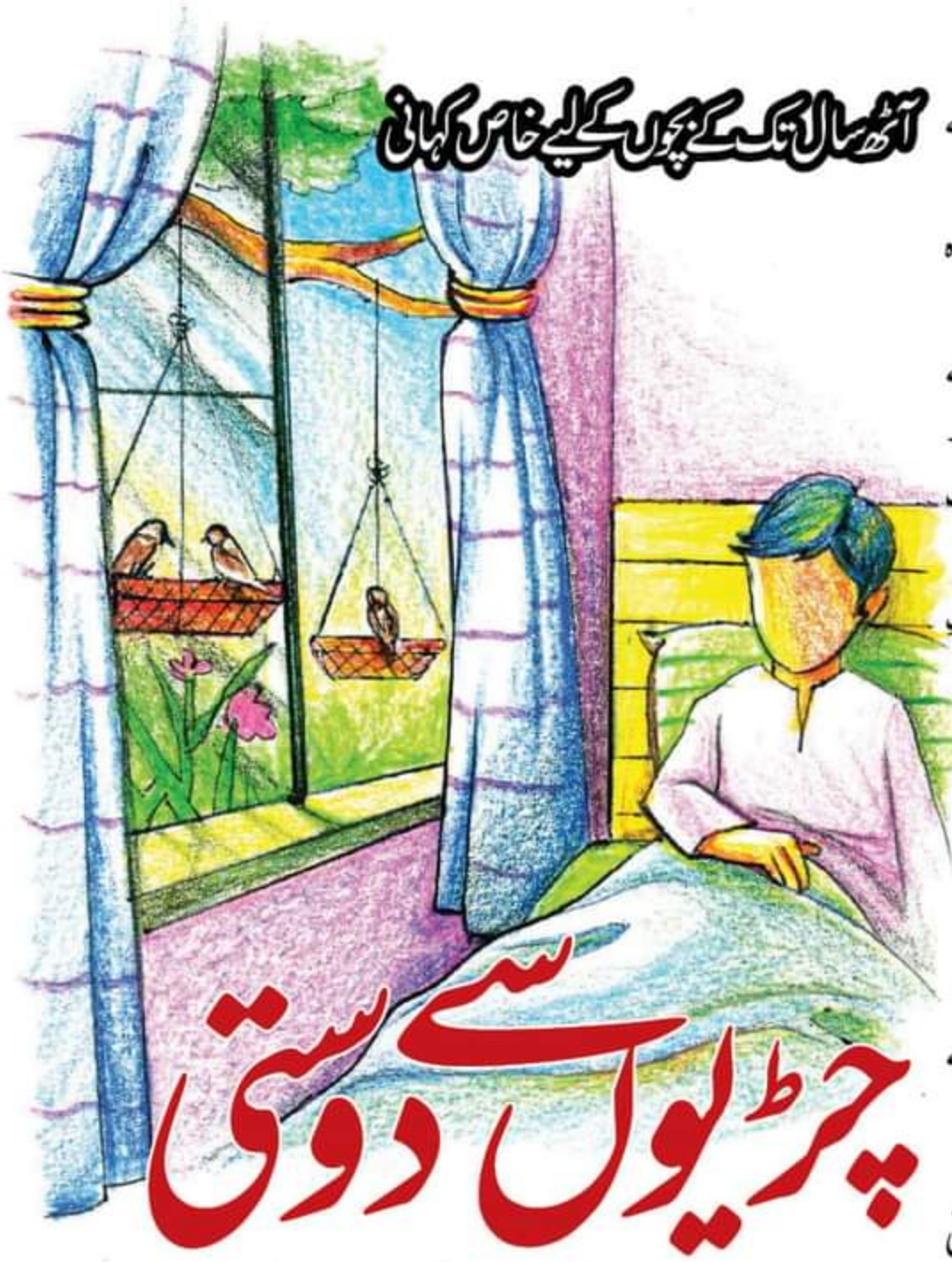

آٹھ سال تک کے بچوں کے لیے خاص کہانی

چڑیوں سے دوستی

فاطمہ زبیر

سورج کی کرنیں دور دور تک پھیل چکی تھیں۔ ولید سستی سے قدم اٹھاتا، گاہے جمائی لیتا، دل ہی دل میں بہانے گھڑتا بیزار بیزار سا اسکول کی جانب چلا جا رہا تھا۔

آج بھی وہ آدھا گھنٹہ دیر سے اسکول جا رہا تھا، اور اب ایسا اکثر ہوتا تھا کہ وہ اسکول دیر سے پہنچتا تھا۔

''جناب! میں اندر آ جاؤں؟'' اسمبلی ختم ہو چکی تھی۔ سب بچے حاضری لگوا چکے تھے، جب اُس کی آمد ہوئی۔ وہ کلاس سے باہر کھڑا اندر آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔

استانی جی نے ایک اچٹتی نظر اُس پہ ڈالی، کچھ سوچا اور اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

وہ استانی صاحبہ کو دیکھتا کسی بھی متوقع سزا کا منتظر تھا، مگر آج انھوں نے خلاف معمول اسے نشست پہ بیٹھنے کا کہہ دیا تھا۔

وہ مطمئن ہوا اور اپنی نشست پہ جا بیٹھا۔

''بچو! کتابیں بند کر کے سب میری طرف دیکھو!''

اُن کی آواز پر سب بچے متوجہ ہو گئے۔

''آپ سب مجھے ایک بات بتائیں۔ آپ سب صبح کیسے جاگتے ہیں؟''

سب بچے حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

استانی جی نے ایک طائرانہ نگاہ پوری کلاس پر ڈالی اور پھر بولیں: ''فرقان! پہلے آپ بتائیے۔ آپ کو صبح کوئی جگاتا ہے یا آپ خود سے جاگ جاتے ہیں؟''

''مس! میں نے الارم لگایا ہوا ہے۔ الارم بجتا ہے تو میں جاگ جاتا ہوں۔''

''مس! میں چڑیوں کی آواز سے جاگتا ہوں۔ میری کھڑکی میں روز چڑیاں آتی ہیں۔'' حسن نے خوشی خوشی بتایا۔

''ماشاءاللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' استانی نے سراہا۔

''مس! میں نے بھی الارم لگایا ہوا ہے، مگر مجھے میری امی جگاتی ہیں۔ جب تک وہ نہ جگائیں، میری آنکھ ہی نہیں کھلتی۔'' ہارون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''استانی جی! میری امی صبح کی نماز کے بعد سورہ یاسین کی تلاوت کرتی ہیں۔ اُن کی آواز میرے کانوں میں پڑتی ہے تو میں جاگ جاتا ہوں۔'' حذیفہ نے کہا۔

ہر بچہ اپنے اپنے جاگنے کا معمول بتا رہا تھا، مگر ولید خاموش تھا۔ اُس کی آنکھوں میں ابھی بھی نیند کا خمار تھا۔ اب استانی اُس کی طرف متوجہ ہوئیں اور سوال کیا:

''جی بیٹا ولید! آپ بتائیے، آپ کیسے جاگتے ہیں؟''

ولید بری طرح چونک گیا۔ ٹیچر اور سب بچوں کی نگاہیں اب اُس پر جمی ہوئی تھیں۔

''وہ..... ٹیچر! مجھے میری امی جگاتی ہیں، مگر مجھے بہت نیند آ رہی ہوتی ہے، میں دوبارہ سو جاتا ہوں تو وہ پھر جگاتی ہیں۔''

''اور آپ کس وقت جاگتے ہیں؟ چڑیاں آپ سے پہلے جاگتی ہیں یا آپ پہلے جاگتے ہیں؟''

''مس! میرے گھر میں چڑیوں کی آوازیں نہیں آتیں۔ میرے کمرے کی کھڑکی میں کبھی کوئی چڑیا نہیں آئی۔'' ولید قدرے افسردہ دکھائی دیا۔

''چڑیاں تو بیٹا! درختوں پر آتی ہیں، آپ کے گھر درخت ہیں؟''

''نہیں مس! ہمارے گھر پہلے درخت تھے، اب نہیں ہیں۔''

''وہ سب بچے جن کے گھروں میں درخت نہیں ہیں، وہ اپنے گھروں میں ضرور پودے لگائیں۔ پرندے تو درختوں پر آتے ہیں اور ولید آپ اپنی کھڑکی کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن باندھ دیجیے۔ جب آپ اُس میں روزانہ دانے ڈالیں گے تو آپ کی کھڑکی میں ضرور چڑیاں آئیں گی، مگر آپ پکا ارادہ کریں کہ آپ کو چڑیوں کے جاگنے سے پہلے جاگنا ہے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے ناں کہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہمارے جاگنے سے پہلے جاگ جائے اور ہم سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرے۔''

''ہیں؟..... اللہ میاں کی تسبیح.....!''

بچے حیران ہوئے۔

''جی ہاں، صبح کے وقت سب پرندے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ میں تو صبح چڑیوں کے جاگنے سے بھی پہلے جاگ جاتی ہوں۔ نماز پڑھتی ہوں، پھر چڑیوں کو دانہ ڈالتی ہوں، اور پتا ہے اب اِن سب چڑیوں نے مجھ سے دوستی کر لی ہے۔ آپ بھی پرندوں کے جاگنے سے پہلے جاگنے کی عادت ڈالیے، یوں آپ اپنی امی آپی کے ساتھ نماز بھی پڑھ لیں گے۔''

''ٹھیک ہے مس!'' سب بچوں نے خوشی خوشی ارادہ کیا۔ اُن سب کے ننھے منے دل دل چڑیوں سے دوستی کا سوچ کر ہی مچل اٹھے تھے۔ ولید بھی اُن میں شامل تھا۔

سرمد

26

آزادی کے متوالے ان پنچھیوں کی شاہکار کہانی جو ایک جلاد صفت صیاد کے قفس میں قید تھے!

کاوش صدیقی

''جمیل راشد لوگوں کے ساتھ گیا ہے۔'' میں نے بتایا۔

''اچھا ہوا!'' رفیق اپنا تھیلا سنبھالتا ہوا گھاس پر بیٹھ گیا، اور میری طرف دیکھ کے بولا: ''وہ بچہ ہے۔ اُس کے منہ سے کہیں نکل جاتا تو منشی بری طرح چونک جاتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تو یہاں کیا کرنے آتا ہے۔ جب کہ تیرا علاقہ تو بہت دور ہے۔''

''بتاؤں گا۔'' رفیق نے کہا۔ ''پہلے یہ تو بتا تو نے فیصلہ کرلیا؟''

''کون سا فیصلہ؟'' میں نے پوچھا۔

''پاگل نہ بن۔ یہاں سے نکلنے کا۔'' اس نے جھنجھلا کے کہا۔

''لیکن نکل کے جائیں گے کہاں؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ کی نہ تو نے ڈھنگ کی بات۔'' رفیق خوش ہوگیا۔ ''اگر بندہ پکا ارادہ کرلے تو اللہ راستہ نکال ہی دیتا ہے۔''

''لیکن ہر جگہ اُن کے کارندے پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ اکٹھا پانچ لڑکوں کا بھاگ جانا کیسے برداشت کریں گے۔ وہ تو پاگل کتوں کی طرح ہمیں ڈھونڈیں گے اور پھر ہماری بوٹی بوٹی الگ کردیں گے۔''

''خطرہ تو مول لینا ہی ہوتا ہے۔'' رفیق نے کہا۔ ''اگر ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے کل اور پھر کل کرتے رہے تو کبھی اِس جنجال پورہ سے نکل نہیں پائیں گے۔ اِس لیے آر یا پار۔'' رفیق نے مضبوط لہجے میں کہا۔

پھر ذرا رک کے بولا: ''بس تیری ضد نے مصیبت کردی ہے۔''

''کیا مصیبت؟..... کون سی ضد؟'' میں نے چونک کے پوچھا۔

''یہی کہ تو کالو، شیدے اور جمیل کے بغیر نہیں جائے گا۔ دو بندوں کا آگے پیچھے ہونا آسان ہوتا ہے۔ پانچ بندے فوراً نظر میں آجاتے ہیں۔''

پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا: ''سوچ لے ہم دونوں ہی نکل جائیں تو بہتر ہے۔''

میں نے چند لمحے اسے دیکھا اور کہا: ''سوچ لیا.....!''

''شاباش۔'' رفیق خوش ہوگیا۔ ''یہ ہوئی نا بات، کیا سوچ لیا؟''

''یہی کہ سب سے آسان ایک بندے کا کم ہونا ہے۔ تُو اکیلا چلا جا، ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا.....؟'' رفیق حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ ''یہ کیا بکواس ہے.....!''

''تجھے یہ بکواس لگ رہی ہے، مگر مجھے امید کی ایک کرن بھی دکھائی دے گی تو میں اپنے ساتھیوں کے بغیر اُدھر کا رخ نہیں کروں گا۔ ہم سب دکھ، تکلیف اور خوف کے ساتھی ہیں۔ میں انھیں نہیں چھوڑ سکتا.....!'' میں نے بہت مضبوط اور پرعزم لہجے میں کہا۔

''اب تو جا.....!'' میں نے رفیق کی طرف سے منہ پھیر لیا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

وہ میری بات سن کے خاموش ہو گیا۔

''اچھا تو پھر تیرا یہی آخری فیصلہ ہے؟'' ذرا دیر بعد رفیق نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں.....تُو جانئی دنیا میں۔ اللہ تیرا کام، تیرا سفر آسان کرے۔''

پتا نہیں کیوں میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''جب جانے کو کہہ رہا تو پھر رو کیوں رہا ہے۔'' اچانک رفیق مسکرا دیا۔

''میں؟.....میں تو نہیں رو رہا۔ شاید آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے۔''

میں نے جلدی سے آنکھیں ملیں۔

''تُو نہیں جانتا کہ میں تجھے کتنا جانتا ہوں.....تُو دوست ہے میرا.....!''

رفیق لنگڑا ہنسنے لگا۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیوں ہنس رہا ہے۔ میں چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

وہ ذرا دیر بعد بولا: ''اچھا پریشان نہ ہو.....میں چلتا ہوں۔''

''کس بات سے پریشان ہوں گا میں؟'' میں نے اُس سے پوچھا۔

''بوجھ سے پریشان ہے تو۔'' رفیق لنگڑے نے مجھے دیکھ کے کہا۔ ''راز کے بوجھ کو لیے پھر رہا ہے تُو، بڑا اچھا ہے یار تو.....!''

اُس نے ہنس کے کہا اور تیزی سے اٹھ کے چل دیا۔

میں حیران ہو گیا۔ بھلا راز کا بوجھ بھی ہوتا ہے۔ لیکن شاید ضرور ہوتا ہوگا۔ جب سے رفیق نے مجھے اپنے فرار ہو جانے کے راز میں شریک کیا تھا۔ میری طبیعت عجیب چڑچڑی ہو گئی تھی۔ ذرا، ذرا سی بات پر غصہ آ رہا تھا اور میں خود کو عجیب سی پریشانی میں پا رہا تھا۔

''ہاں شاید.....!'' میں نے سوچا۔ ''راز کا بوجھ ہی ہوتا ہوگا۔ جب ہی تو لوگ راز رکھنے کے لیے بڑی بڑی قسمیں کھاتے ہیں، وعدہ کرتے ہیں۔''

.....☆.....

ہم لوگ شام کو گلشنِ یتیم واپس پہنچے تو منشی کفایت اللہ بڑے خوش نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے ہم پر نظر پڑتے ہی کہا: ''سرمد! ذرا اِدھر آ.....!''

''جی.....!'' میں اُن کے پاس جا کے کھڑا ہو گیا۔

''کل کچھ بڑے لوگ آ رہے ہیں۔ سارا گلشن چم چم کرتا نظر آئے۔ کہیں بھی ایک مٹی کا ذرہ بھی نظر آیا تو سب کی کھال کھینچ لوں گا، اور ہاں کل سویرے سویرے ہی نہا لینا اور جب میں آؤں تو تم لوگوں کو کپڑے دوں گا۔ کل کوئی نہیں جائے گا۔''

منشی نے حکم جاری کیا۔

''جی ٹھیک ہے.....!'' میں نے سر جھکا دیا۔

منشی کفایت اللہ نے گنے بغیر تھیلے الماری میں رکھے اور ہماری طرف گھوم کے بولے۔

''شیدا ٹلی اور کالو بھی اوپر ہیں۔ انھیں بھی بتا دینا۔ کھانا تیار ہے۔ دلاور چلا گیا ہے، میں بھی جا رہا ہوں، اور ہاں صفائی ستھرائی میں ذرا بھی کوتاہی نہ ہو.....!''

انھوں نے کہا اور تیزی سے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔

''یہ رفیق کدھر رہ گیا.....؟''

بے ساختہ میں نے کہا۔ کیونکہ منشی نے اُس کا نام نہیں لیا تھا۔

''میں اِدھر ہوں جگر!'' رفیق لنگڑا اوپر والی سیڑھیوں سے نیچے اترا۔

''تو کب آیا؟'' میں نے پوچھا۔

''ابھی ذرا دیر پہلے ہی، مگر منشی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا سنا۔ تجھے تو بڑے آرڈر مل گئے ہیں۔''

''چلو اوپر چلو، پھر کھانا کھا کے کام پر لگتے ہیں۔''

میں نے کہا اور اوپر کی طرف بڑھ گیا۔

میرے پیچھے پیچھے نوید، راشد اور جمیل بھی آنے لگے۔

طے یہ ہوا کہ پہلے صفائی کر لی جائے، پھر اُس کے بعد کھانا کھایا جائے۔ نیچے کا ہال بڑا تھا، لہٰذا میں نے اور رفیق نے اُس کی صفائی کی ذمہ داری لی۔ درمیان میں جہاں ہم سوتے تھے، اُس کی صفائی کی ذمہ داری راشد اور نوید پر ڈالی۔

شیدا اور کالو نیچے تندور والے ہال میں لگ گئے۔

ایسا موقع سال میں دو ایک مرتبہ ضرور آیا کرتا تھا، جب پوری بلڈنگ کی صفائی کی جاتی تھی اور ایسا عموماً تبھی ہوتا تھا جب کوئی بڑا آدمی یتیم خانے کے جائزے کے لیے آتا تھا۔ اِس سے پہلے تو ساری صفائی ستھرائی منشی کی موجودگی میں ہی ہوتی تھی، لیکن اِس بار شاید کچھ زیادہ ہی ایمرجنسی تھی، جو وہ یہ ہم پر چھوڑ کے چلے گئے تھے۔

ہم نے پہلے دیواروں کے جالے صاف کیے، پھر الماریوں پر گیلے کپڑے سے رگڑ رگڑ کے نشان صاف کیے۔ وزنی میز کو اپنی جگہ سے کھسکا کے نیچے سے کچرا نکالا، اور تمام میزوں کو رگڑ رگڑ کے چمکا دیا۔

میں نے آخری کونے والی الماری کے پٹ پر کپڑا رگڑا تو وہ جھٹکے سے کھل گیا۔

''ارے یہ کیا؟'' مجھے حیرت ہوئی۔ ''شاید منشی اِس الماری کو تالا لگانا بھول گیا۔''

میں نے سوچا۔

''اِس کے اندر کیا ہے؟''

مجھے پیچھے سے رفیق کی آواز سنائی دی۔ وہ میرے سر کے پیچھے سے جھانک رہا تھا۔

میں نے پٹ بند کر دیا۔ ''ہمیں کیا.....!''

''ہمیں کیوں نہیں۔ دیکھیں تو سہی اِس الماری میں کیا ہے؟''

رفیق نے مجھے ایک طرف کیا اور الماری کے دونوں پٹ کھول دیے۔

سامنے ہی دو تین درازیں لگی ہوئی تھیں۔ رفیق نے دراز کھینچی تو وہ کھل گئی، اُس میں سامنے ہی ایک چابیوں کا گچھا پڑا ہوا تھا۔

''یہ چابیاں کس کی ہیں؟'' میں نے کہا۔

رفیق چابیوں کے گچھے کا جائزہ لیتا رہا، پھر اس نے الٹ پلٹ کے چابیاں دیکھیں، پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا: ''یہ چابیاں بیرونی دروازے کی ہیں!''

''بیرونی دروازہ، یعنی باہر کے گیٹ کی؟'' میں حیران رہ گیا۔

''ہاں۔'' رفیق کی آواز میں حیرت اور خوشی تھی۔

''دیکھ سر مد اللہ پاک بندوبست کر رہا ہے۔''

''کاہے کا؟'' میں نے بے خیالی میں پوچھا۔

''ہمارے باہر نکلنے کا.....!'' اس نے کہا۔

''پہلے چیک تو کر لے یہ وہی ہیں یا نہیں۔'' اب میری آواز بھی کپکپا رہی تھی۔

بیرونی دروازہ لوہے کا تھا، جو بیرنگ پر کھسکتا ہوا تقریباً دو فٹ دیوار میں چلا جاتا تھا، جسے پھر باہر ہی سے کھولا جا سکتا تھا۔

میں نے رفیق سے کہا: ''مگر دروازہ تو صرف باہر ہی سے کھلتا ہے۔''

''نہیں۔'' رفیق نے کہا۔

''یہ تو ہمیں منشی بتاتا ہے۔ دنیا میں ہر دروازہ دونوں طرف سے کھلتا ہے۔''

رفیق کے لہجے میں یقین جھلک رہا تھا۔

پھر وہ چابیاں ہاتھ میں لیے ہوئے دروازے کے پاس پہنچا۔ دروازے کے پاس ایک بکسا سا لگا ہوا تھا، جسے ہم سمجھتے تھے کہ یہ شاید بجلی کا بکسا ہے، کیوں کہ ہم نے کبھی اسے دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ویسے بھی اُس پر بجلی کا اسٹیکر لگا ہوا تھا، جس پر لال کھوپڑی بنی ہوئی تھی اور 440 خطرہ لکھا ہوا تھا۔

اِس ڈبے میں ایک کونے میں گول سا ایک اور نشان تھا۔

''یہ چابی کا سوراخ ہے۔'' رفیق نے کہا۔

''مگر اِس پر تو بجلی کا نشان ہے۔'' میں نے بحث کی۔

''اچھا ابھی دیکھتے ہیں۔''

رفیق نے گچھے کی ایک چابی نکالی اور سوراخ میں ڈال کے گھمادی۔

ڈبہ پٹ سے کھل گیا۔ جیسے اُس میں اسپرنگ لگا ہوا ہو۔

ڈبے کے اندر ایک اور چابی کا سوراخ بنا ہوا تھا۔

ہم دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''یہ..... یہ.....!'' رفیق لنگڑا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا:

''یہ بڑے گیٹ کی چابی ہے.....!''

''ہاں.....!'' میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''لگاؤں؟'' رفیق جذباتی ہو کے بولا۔

''لگا..... جو ہوگا دیکھا جائے گا.....!'' میں نے فوراً کہا۔

رفیق لنگڑے نے سوراخ میں چابی ڈال کے گھمائی۔ میں نے دروازے کو ہلکا سا کھسکایا۔ دروازہ بڑے آرام سے کھسکنے لگا، اچانک رفیق نے جلدی سے ہاتھ مار کے دروازہ مزید کھلنے سے روک دیا۔

''ارے یہ کیا کر رہا ہے؟'' رفیق نے قدرے غصے سے کہا۔

''دروازہ کھول رہا تھا اور کیا!'' میں نے حیرت سے کہا۔

''باہر سے کسی کی نظر پڑ جاتی تو؟''

اُس نے دونوں ہاتھوں سے دروازہ روک کے دوبارہ دیوار میں دھکیل دیا۔

''یہ چابیاں وہیں رکھ دیں.....؟'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

''نہیں اب یہ چابیاں ہمارے پاس رہے گی۔ اِس میں ابھی دو اور چابیاں بھی ہیں، وہ بھی دیکھتے ہیں کہاں کی ہیں؟''

''اگر منشی کو پتا چلا گیا؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''منشی کو کیا پتا چلے گا؟ وہ تو کبھی اندر سے کھولتا ہی نہیں۔ چابیوں کا یہ سیٹ اُس نے احتیاطاً یہاں رکھا ہوگا کہ اگر کبھی دروازہ لاک ہو جائے تو پھر اندر سے کھول سکے۔ میں نے آج تک اسے دروازہ اندر سے کھولتے نہیں دیکھا۔''

رفیق کی بات میں وزن تھا۔

''بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' میں نے کہا ''اب تک میں یہی سوچتا تھا کہ ہم یہاں سے باہر کیسے نکلیں گے۔ لوہے کا اتنا مضبوط دروازہ توڑنا تو بالکل بھی آسان نہیں۔''

''چلو تم نے کچھ تو سوچا.....!'' رفیق ہنسا۔

''اِس الماری میں اور کیا کیا ہے؟'' میں نے کہا۔ ''دیکھیں.....!''

''آج نہیں کل.....!'' رفیق نے کہا۔

''صفائی میں کافی دیر لگ گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ اوپر سے نیچے آ جائیں۔ ہمیں آخر تک اپنا منصوبہ بالکل خفیہ رکھنا ہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونا چاہیے۔''

''تم جانتے ہو کہ میں کسی سے زیادہ بات نہیں کرتا۔'' میں نے کہا۔

''ہاں یہی تو تیری خوبی ہے۔ رفیق لنگڑے کے منصوبے میں شامل ہونے کے لیے۔'' رفیق آہستہ سے ہنسا۔ (جاری ہے)

علوم قرآنیہ و نبویہ کے شائقین کیلئے

بشارت عظمیٰ

بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے طلباء و طالبات کورس کر کے سند حاصل کریں۔

اپنی نوعیت کا منفرد سلسلہ ہر مسلمان کی اولین ضرورت

ششماہی ترجمہ و مطالعہ قرآن کورس

ششماہی فہم تجوید کورس

پراسپکٹس و داخلہ کیلئے خواہشمند طلباء و طالبات فوری رابطہ کریں۔

العثمانی اوپن علوم قرآنیہ و نبویہ اکیڈمی

رابطہ آفس: نیو کشمیر مارکیٹ، بالائی منزل۔ سپلائی بازار۔ راولاکوٹ۔ ضلع پونچھ۔ آزاد کشمیر

رابطہ نمبرز۔ 0314-5233207-0334-5761474

بہاولپور پاکستان کا گیارھواں بڑا شہر ہے۔ یہ شہر بہت قدیم ہے۔ ہ ملتان سے 90 کلومیٹر لاہور سے 401 کلومیٹر، اسلام آباد سے 700 کلومیٹر اور کراچی سے 850 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ شہر دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر پشاور کراچی ریلوے لائن پر واقع ہے۔ یہ شہر پاکستان کے تقریباً وسط ہی میں ہے، کیوں کہ یہاں سے پشاور تک کا اور کراچی تک کا فاصلہ قریباً برابر ہی ہے۔

شہر بہاول پور پہلے ریاست بہاولپور کا صدر مقام تھا۔ اِس شہر کی بنیاد سندھ کے داؤد پوتا خاندان کے نواب صادق محمد خان اول عباسی کے بیٹے نواب بہاول خان عباسی اول نے 1774 میں دریائے ستلج کے جنوب میں تین میل کے فاصلے پر رکھی اور ریاست کے وسط میں ہونے کی بنا پر اسے ریاست کا دارالخلافہ قرار دیا گیا۔

1838ء میں اِس خاندان نے انگریزوں کے ساتھ کئی معاہدے کیے اور ریاست بہاولپور پر حکمرانی قائم رکھی، لیکن پاکستان کے قیام کے بعد ''17 اکتوبر 1947ء'' کو نواب صادق نے ریاست کا الحاق بہت خوب صورت الفاظ کہتے ہوئے پاکستان سے کر دیا۔ انھوں نے کہا: ''ہمارا سامنے کا دروازہ پاکستان اور پیچھے کا دروازہ ہندوستان میں کھلتا ہے اور ہر شریف آدمی اپنے اگلے دروازے سے آمدورفت کرتا ہے۔''

معلومات شہر: بہاولپور شہر کی کل آبادی 2017ء کی مردم شماری کے مطابق (762111) افراد پر مشتمل ہے۔ جب کہ شہر کا کل رقبہ (237.2) مربع کلو میٹر ہے۔ فون کوڈ 062 ہے۔

بہاولپور زرعی لحاظ سے زرخیز ترین علاقہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں پر اگائی جانے والی اہم فصلوں میں گندم، گنا، کپاس، چاول اور سورج مکھی وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں پر بہت سے پھلوں کے باغات بھی موجود ہیں۔ پھلوں میں آم، کھجور اور امرود ایسے پھل ہیں جو بیرون ملک بھیجے جاتے ہیں۔ سبزیوں میں پیاز، ٹماٹر، بندگوبی اور آلو کثرت سے اگائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں صابن، کاٹن اور تیل کی فیکٹریاں موجود ہیں۔

بہاولپور میں زیادہ تر سرائیکی زبان بولی جاتی ہے۔

قابلِ دید اور تاریخی عمارات: بہاولپور میں بہت سی قابلِ دید اور تاریخی عمارات ہیں۔ خاص طور پر یہاں کے محلات اپنی خوب صورتی کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ بہاولپور میں نور محل، نشاط محل، گلزار محل، دربار محل، صادق گڑھ پیلس جیسے شاندار اور دیدہ زیب محلات ہیں۔ اِس کے علاوہ بہت سے پارکس مثلاً: گلزارِ صادق، فرید پارک (خواتین پارک)، ایس ایس ورلڈ (جدید طرز پر بنا بہت خوب صورت پارک) وغیرہ بھی ہیں۔ تاریخی قلعہ دراوڑ بھی بہاولپور میں واقع چولستان کے صحرا میں موجود ہے۔ اِس کے علاوہ بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال، جامع مسجد الصادق، بہاولپور ریلوے اسٹیشن بھی اپنی خوب صورت عمارت کی وجہ سے قابلِ ذکر ہیں۔

تعلیمی ادارے: بہاولپور میں علم وادب کو بہت سرپرستی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں شرح خواندگی بہت زیادہ ہے۔ اس وجہ سے ملک بھر سے طالب علم یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اس شہر میں ایک قدیم کتب خانہ بھی موجود ہے جس میں ایک لاکھ پانچ ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں۔ یہ کتب خانہ پنجاب کا دوسرا بڑا کتب خانہ ہے اور پاکستان کے قدیم ترین کتب خانوں میں سے ایک ہے۔ اُس کی عمارت کا سنگِ بنیاد 8 مارچ 1924 کو دو شخصیات، ارل آف ریڈنگ سر روفس ڈینیل آئزک، جو ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل آف انڈیا بھی تھے اور امیر بہاولپور نے رکھا تھا۔ اُن دنوں بہاولپور ریاست پر نواب سر صادق محمد خان پنجم کی حکمرانی تھی۔

یہاں بہت سے تعلیمی ادارے ہیں، جن میں صادق ایجرٹن کالج، صادق ریڈنگ لائبریری، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، صادق پبلک اسکول، پنجاب کالج، ویمن یونیورسٹی بہاول پور، نیو ڈگری کالجز (برائے طلبہ وطالبات)، صادق ڈین ماڈل ہائی اسکول، ٹیکنیکل ہائی اسکول، جامعہ عباسیہ، قائداعظم میڈیکل کالج اور بہت سے ادارے قابلِ ذکر ہیں۔

ایس ای کالج 1886 میں قائم ہونے والا کالج نوابوں اور انگریزوں کا مشترکہ یادگار ہے۔ اِس کالج سے کئی مشہور ہستیوں نے تعلیم حاصل کی۔

مشہور دروازے: شہر بہاولپور کے 200 سال قدیم دروازے ریاستِ بہاولپور کے پرشکوہ ماضی کی عکاسی کرتے ہیں۔ عباسی فرمانروا نے شہر کے اطراف 7 شاہی دروازے تعمیر کروائے تھے، اِن بلند وبالا دروازوں کی تعمیر کا حقیقی مقصد شہر کے خارجی اور داخلی راستوں پر حفاظتی نظر رکھنا تھا۔

7 دروازوں میں صرف فرید گیٹ اپنی اصل جگہ پر موجود ہے، جب کہ دیگر 6 دروازوں کی تعمیر چند سال قبل دوبارہ عمل میں لائی گئی، جس کا مقصد لوگوں کو شہر کی تاریخ سے روشناس کروانا اور بہاولپور کی خوبصورت میں اضافہ کرنا تھا۔ اُن کے نام درج ذیل ہیں:

☆ ملتانی گیٹ۔ یہ گیٹ ملتان کی طرف جانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔
☆ بوہڑ گیٹ
☆ شکار پوری گیٹ۔ یہ گیٹ شکار پور جانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔
☆ احمد پوری گیٹ۔ یہ گیٹ احمد پور شرقیہ جانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔
☆ دراوڑی گیٹ۔ یہ گیٹ قلعہ دراوڑ کی طرف جانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔
☆ فرید گیٹ/بیکانیری گیٹ۔ یہ گیٹ بیکانیر کی طرف جانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔
☆ مہری گیٹ/موری گیٹ۔ اِس دروازے پر ریاست بہاول پور کی مہر لگی تھی۔ اِس لیے اسے مہری گیٹ کہلایا جانے لگا، جو بگڑ کر موری گیٹ ہو گیا۔

اللہ میرے سوہنے شہر کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین! ☆☆☆